



ماہنامہ محدث لاہور

شمار نمبر: 30 --- جلد نمبر 3 --- شمارہ نمبر 9 --- ستمبر 1973ء --- رمضان المبارک 1393ھ

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمن مدنی مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے۔ جس کا نام محدث

تھا کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور

حافظ عبدالرحمن مدنی نے اس کا اجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ 1970ء سے اب تک کامیابی و کامرانی سے شائع ہو رہا ہے، واللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحب علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور

محدثانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: 20 روپے زیر سالانہ: 200 روپے بیرون ملک: 20 ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ 200 روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔

ایڈریس: ماہنامہ محدث، 99 جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700۔ فون نمبر: 35866476 / 3586639 - 042

موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.mohaddis.com www.kitabosunnat.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com



اجرائے محدث کے مقاصد

عناد اور تعصب قوم کیلئے زہرِ بلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصبات سے بالاترہ کرافہام و تفہیم امت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دُقیانوسِ بتانا امت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانازندگی سے فرار ہے!

لیکن جداہودین سیاست سے تورہ جاتی ہے چنگیزی۔

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محبت لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ! کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فہرست

2	صدر، سپیکر اور وزیر اعظم
6	سورہ فاتحہ
11	عالم اسلام کا اتحاد اور استعماری طاقتوں کے جال
18	سزائے مرتد پر چند مغالطے اور ان کا دفعیہ
24	السکا کی مؤلف ”مفتاح العلوم“
26	تعارف و تبصرہ کتب

فکر و نظر

صدر، سپیکر اور وزیراعظم پاکستان کے مستقل آئین کی روشنی میں

مملکت پاکستان میں سب سے اہم اور اونچے عہدے اور منصب تین ہیں۔ صدر، سپیکر اور وزیراعظم جو مستقل آئین کے تحت پہلی بار بالآخر ملک کو مل ہی گئے ہیں۔ اس لئے ہم بھی ان کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ان کو منتخب کر کے عوام نے ان پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو اپنے عوام کی جائز اور بجا توقعات کی لاج بھی رکھ سکتے ہیں۔

ملکی آئین اور دستور میں ان تینوں کے مرتبہ، اختیارات اور حقوق کا جو تعین کیا گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں، ایک دفعہ آپ بھی ان کا مطالعہ فرمائیں۔ تاکہ اس بات کے سمجھنے میں آپ کو آسانی ہو کہ، مملکت کی سیاسی آب و ہوا کیسی ہے اور اس کا رخ کدھر کو ہے یا بالآخر اس کا انجام کیا ہو گا؟ یہ تمام کو ان ف قومی اسمبلی کے پاس کردہ دستور اور آئین سے ماخوذ ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے ’اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین ۱۹۷۳ء‘ ہے جو فاروق ملک کا ترجمہ کردہ ہے۔

ملکی آئین میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ:

1. صدر، جمہوریہ کے اتحاد کا مظہر ہو گا۔
2. اس کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔
3. صدر کوئی منفعت بخش ایسا عہدہ قبول نہیں کر سکے گا جو حکومت پاکستان کے تحت ہو۔
4. صدر پارلیمنٹ یا صوبائی اسمبلی کا انتخاب نہیں لڑ سکے گا۔ اگر پہلے رکن ہو گا تو اس سے اس کو استعفیٰ دینا پڑے گا۔
5. صدر پانچ سال تک اپنے منصب پر فائز رہ سکے گا۔
6. صدر اپنے فرائض کی ادائیگی کرتے ہوئے وزیراعظم کے مشوروں پر عمل کرے گا اور وہ اس ضمن میں مشوروں کو تسلیم کرنے کا پابند ہو گا۔
7. عدلیہ کو ایسے کسی مشورہ کے بارے میں تفتیش کرنے کا حق حاصل نہ ہو گا جو وزیراعظم کی جانب سے صدر کو دیا جائے گا۔
8. آرٹیکل ۹۹ کے مطابق صدر کی جانب سے جاری ہونے والے تمام احکامات پر وزیراعظم کے توثیقی دستخط ہونا ضروری ہوں گے۔
9. وزیراعظم کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ صدر مملکت کو داخلی، خارجی امور اور پارلیمنٹ میں ہونے والے قانون سازی سے متعلق سارے معاملات سے آگاہ کرتا رہے۔
10. صدر کو کسی ٹریبونل یا کسی عدالت کی طرف سے دی گئی مجرم کی سزا معاف کرنے، اس میں کمی کرنے یا اس کو معطل کرنے کا اختیار ہو گا بشرطیکہ وزیراعظم ایسا کرنے کا مشورہ دے۔ (صہ سوم ص ۳۲ تا ۳۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

11. صدر کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ وقتاً فوقتاً پارلیمنٹ کے کسی ایک یا دونوں کا اجلاس طلب کرے یا مشترکہ اجلاس بلائے۔ اسے پارلیمنٹ کو برخواست کرنے کا بھی اختیار ہو گا۔ (ص ۳۸)

سپیکر کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ:

1. انتخابات کے بعد قومی اسمبلی پہلے ہی اجلاس میں سپیکر کا انتخاب کرے گی۔
 2. سپیکر اس اجلاس کی صدارت نہیں کر سکے گا جس میں اس کے خلاف مواخذہ کی تحریک پیش کی جانے والی ہو۔
 3. خود مستعفی ہو جائے یا اسمبلی کا رکن نہ رہے یا اسمبلی کے ریزولوشن کے ذریعے اس کو عہدے سے الگ کر دیا جائے تو وہ سپیکر نہیں رہے گا۔ (ص ۳۸)
- وزیراعظم کے متعلق کہا گیا ہے۔

1. سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کے انتخابات کے بعد کوئی اور کام کیے بغیر قوم اسمبلی اپنے ارکان میں سے کسی ایک مسلم رکن کو بغیر کسی بحث کے بحیثیت وزیراعظم چن لے گی۔
2. اس کو اکثریت کی رائے سے انتخاب کیا جائے گا۔
3. وزیراعظم اپنے وفاقی وزراء اور وزرائے مملکت کو پارلیمنٹ کے ارکان میں سے منتخب کرے گا اور وہ ان میں سے کسی وزیر کو اس کے عہدے سے سبکدوش کر سکے گا۔

4. اپنے جانشین کے انتخاب اور عہدہ سنبھالنے تک وہ اپنے عہدے کے فرائض ادا کرتا رہے گا۔
5. جن دنوں میں اسمبلی توڑی جا چکی ہو ان دنوں میں آرٹیکل ۹۲-۹۱ کی رو سے وزیراعظم.... کو عہدے سے الگ نہیں کیا جاسکے گا۔
6. وزیراعظم کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک اس وقت تک پیش نہیں کی جاسکے گی جب تک نئے وزیراعظم کا نام نہ لیا جائے یا جب سالانہ بجٹ کے مطابق مطالبات پر قومی اسمبلی غور کر رہی ہو۔
7. دس سال کے عرصہ تک یا دوسرے عام انتخابات کے انعقاد تک قومی اسمبلی کے کسی رکن کا ووٹ جو کسی سیاسی جماعت کی اکثریت پر منتخب ہوا ہو، عدم اعتماد کی تحریک کے حق میں قبول نہیں کیا جائے گا۔

8. اگر ایک دفعہ وہ تحریک منظور نہ ہو سکے تو ایسا کوئی ریزولوشن آئندہ چھ ماہ گزرنے تک پیش نہیں کیا جاسکے گا۔ (ص ۵۰ تا ۵۳)

مناسب ہو گا کہ اس فرصت میں قومی اسمبلی، سینٹ، اسلامی کونسل، صوبائی گورنر اور عدالتہائے عالیہ کو سپریم کورٹ کے ججوں کے بارے میں نئے آئین میں جو ضوابط مقرر کئے گئے ہیں ان کی مختصر تفصیل سے بھی آپ کو آگاہ کر دیا جائے جو امید ہے ملکی مسائل کے سمجھنے میں مفید رہے گی۔

1. پارلیمنٹ دو ایوانوں پر مشتمل ہوگی۔ ایک کو قومی اسمبلی دوسری کو سینٹ کہا جائے گا اور صدر کو پارلیمنٹ برخواست کرنے کا اختیار ہو گا۔
2. قومی اسمبلی قانون کے مطابق براہ راست اور آزادانہ طور پر منتخب ہونے والے دو سوارکان پر مشتمل ہوگی۔
3. صدر، وزیراعظم کے مشورہ سے قومی اسمبلی کو توڑ سکے گا بشرطیکہ اسمبلی میں اس کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پیش نہ کی جا چکی ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

4. ایوان کی ساری کارروائی صدر کے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق کی جائے گی۔
5. پارلیمنٹ کی کسی کارروائی کی قانونی حیثیت کو طریق کار میں بے قاعدگی کی بنیاد پر عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکے گا۔
1. سینٹ ۲۳ ارکان پر مشتمل ہوگی، ہر صوبائی اسمبلی ۱۴ ارکان منتخب کرے گی اور ہر دو سال بعد یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ہر رکن کی میعاد چار سال ہوگی۔ ۲/۱ کی دو سال اور ۲/۱ کی چار سال۔

2. سینٹ کو معزول نہیں کیا جاسکے گا۔
3. جو مسودہ قانون قومی اسمبلی میں منظور ہوا اسے سینٹ میں پیش کیا جائے گا۔ اور اسے وہ نوے دن میں بہ ترمیم یا بلا ترمیم منظور کرے گا یا مسترد کر دے گا۔ اگر اس عرصہ میں کچھ نہ کیا گیا تو مسودہ قانون پاس تصور کیا جائے گا۔ سینٹ خاموش رہا تو اسے صدر کی منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا۔
4. سینٹ بل مسترد کر دے یا ترمیم کر دے تو اسے مکڑ قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔ منظوری کی صورت میں اسے براہ راست صدر کی منظوری کے لئے بھیج دیا جائے گا۔

دراصل صوبائی احساسات کی بنا پر سینٹ کی ایجاد کی گئی ہے تاکہ قومی اسمبلی میں اپنی پوری نمائندگی کے نہ ہونے کی صورت میں اپنے حقوق اور مسائل کی نگرانی کی جاسکے۔ بہر حال دونوں ایوانوں میں تضاد کی صورت میں فیصلہ قومی اسمبلی کا ہی ناطق تصور کیا جائے گا۔

1. اسلامی کونسل کے ارکان کی تعداد کم سے کم ۸ زیادہ سے زیادہ ۱۵ ہوگی۔ ایک کو صدر ہی چیئر مین مقرر کرے گا۔
2. ان کی تقرری صدر کرے گا۔ مگر ضروری ہوگا کہ وہ اسلام کے متعلق علم رکھتے ہوں۔
3. ان میں کم از کم دو افراد ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے جج ضرور ہوں گے۔
4. ان میں کم از کم چار ایسے رکن ہوں گے جنہوں نے ۱۵ سال تک ریسرچ یا اس کی تدریس کی ہوگی۔
5. ان میں ایک عورت بھی ضرور ہوگی۔
6. اگر اکثریت سینٹ کے کسی رکن کے خلاف صدر سے سفارش کرے گی تو صدر اس کو الگ کر سکے گا۔
7. پارلیمنٹ اسلامی کونسل سے مسودہ قانون کے بارے میں رائے معلوم کر سکے گی۔
8. اور کونسل اس کو یہ بتائے گی کہ یہ اسلام کے مطابق ہے یا نہیں؟

9. اپنی آخری رپورٹ سات سال کے اندر پیش کرے گی اور ہر سال ایک عبوری رپورٹ پیش کرتی رہے گی۔ رپورٹ چاہے آخری ہو یا عبوری اسے دونوں ایوانوں کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اور آخری رپورٹ کے پیش ہونے کے دو سال بعد تک اسمبلی اس کے مطابق قانون بنائے گی۔

گورنر کا تقرر صدر کرے گا اور اس وقت تک اپنے عہدے پر فائز رہے گا جب تک اس کو صدر کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ اور وزیر اعلیٰ کے مشوروں کا پابند ہوگا نیز وزیر اعلیٰ کی جانب سے دی جانے والی ہدایت کے بارے میں عدلیہ کو تفتیش کرنے کا اختیار حاصل نہ ہوگا۔ (ص ۵۴)

1. سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر صدر کرے گا اور دیگر جج بھی صدر چیف جسٹس کے مشورہ سے مقرر کرے گا۔ اسی طرح ہائی کورٹ کے جج

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

صاحبان۔

2. عدلیہ کو انتظامیہ سے آئین کے لاگو ہونے کے تین سال کے اندر بتدریج الگ کر دیا جائے گا۔ یعنی ابھی نہیں۔ (ص ۷۹-۸۰)

اس سلسلے میں چند ایک امور ایسے سامنے آتے ہیں جن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر، سپیکر اور وزیراعظم کے لئے ضروری نہیں کہ وہ کتاب و سنت کے علم و عمل اور حکمت کے حامل بھی ہوں۔ یعنی شہر کی جامع مسجد کا خطیب اور امام وہ، جو اور تو سبھی کچھ ہو مگر اس کو نماز نہ آتی ہو۔

مذکورہ بالا ساری سیاسی حکمت عملی کی انتہاء ملک کے وزیراعظم کی ذات پر ختم ہوتی ہے۔ قومی اسمبلی جس میں وزیراعظم کو اکثریت حاصل ہے وہ بھی دراصل اپنی نہیں، وزیراعظم کے دل کی بات قومی اسمبلی کی زبان میں کہتی ہے۔

اسلامی کونسل اور شقوں کی بات بھی اسی ”ذات والا“ کی صوابدید پر منحصر ہے۔ اسلامی کونسل صرف سفارش کا حق رکھتی ہے۔

صدر، سپیکر اور وزیراعظم بظاہر علیحدہ علیحدہ منصب ہیں لیکن معنویت کے لحاظ سے صدر اور سپیکر کی حیثیت ’وزیراعظم‘ کی زبان کی ہے۔ علیحدہ کچھ نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک یہ کچھ اچھی فال نہیں ہے یہ اس کی صورت ایک آئینی حیثیت کی بات ہے۔ جہاں تک ان کی شخصی حیثیت کا معاملہ ہے، اس میں ان کی ”انفرادیت“ محل نظر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سوچنا ہے کہ، انکا انتخاب قومی اسمبلیوں اور دلچسپیوں کا مظاہر ہے یا کسی فرد واحد کی نظر کرم اور مصلحت آمیز صوابدید کا نتیجہ؟ ہمارے نزدیک اصل صورت اخیر ہے۔ اس لئے اندازہ یہی ہے کہ یہ دونوں بزرگ مسٹر بھٹو کو شاید ہی کسی مفید مشورہ کا قائل کر سکیں۔ اس پر اگر کوئی صاحب یہ کہہ دیں کہ:

منفرد مقام اور حیثیت کے حامل یہ دونوں منصب ضائع ہو گئے ہیں اور ان کی افادی حیثیت مشتبہ ہو گئی ہے تو اس کو جھٹلانا آسان نہیں ہو گا۔

سورۃ فاتحہ

(قسط ۲)

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ. مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ. اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ. اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ.

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

الہی! ہم صرف تیری ہی غلامی کریں گے اور (اس کے لئے) تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم کو سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے (اپنا فضل) کیا۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ (الہی! ہم صرف تیری ہی غلامی کریں گے)

جب وہاں (قیامت میں) اور کوئی نہیں! تو ہی تو ہو گا تو پھر بخدا! یہاں بھی ”تو ہی تو“! تیری عبادت کریں گے، تیرے ہی غلام رہیں گے، غلام بے دام بنیں گے، تیرے ہی گن گائیں گے، ہر رنگ اور ہر حال میں تجھی کو اپنا قبلہ حاجات اور مرکزِ توجہ تصور کریں گے اور تیری ہی طرف اپنا سفر حیات جاری رکھیں گے۔ ان شاء اللہ وهو ولی التوفیق

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (اور (اس کے لئے) تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں)

الہی! خدا جوئی کا تہیہ کر لیا ہے لیکن یہ ہم تیری توفیق اور رہنمائی کے بغیر سر ہو؟ مشکل، مشکل ترین، محال اور ناممکن ہے۔ تو ہی ہماری مدد فرما، تو یہ راہ آسان کر اور تو ہی منزل مراد تک پہنچا۔ وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ

اللہ کی غلامی کے سلسلہ میں رب سے توفیق استقامت کی درخواست کے علاوہ الگ خدا سے یہ ایک ”عہد و پیمان“ بھی ہے کہ الہی! جیسے عبادت صرف تیری ہے بالکل ویسے ہی ”آسرا“ بھی صرف تیرا۔

انسان کے بہکنے اور بھٹکنے کا سب سے بڑا سبب غیر اللہ سے ’آس اور توقعات‘ کے غلط سہارے ہیں، وساطتوں کے یہ سارے چکر، انہی خوش فہمیوں کے پیدا کردہ ”حجابات اکبر“ ہیں۔ جو خدا اور بندوں کے درمیان شروع سے حائل ہیں اور نفس و طاغوت کی تزئین اور تخریص کا نتیجہ ہیں۔ اگر پہلے ہی دن ان کی رگ گلو پر چھری پھیر دی جائے تو پھر یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی اس کا ”در“ چھوڑ کر کسی غیر کی دہلیز اور آستیاں پر چو کڑی مار کر بیٹھ رہے یا کسی کے لئے ان میں کوئی وجہ دلکشی باقی رہے؟ ایک اللہ کے ولی فرمایا کرتے تھے: یہ سب کمزوریاں رب سے بے خبری کا نتیجہ ہیں۔

يَا رَبِّ! عَجِبْتُ لِمَنْ يَّعْرِفُكَ كَيْفَ يَرْجُو غَيْرَكَ وَعَجِبْتُ لِمَنْ يَّعْرِفُكَ كَيْفَ يَسْتَعِيْنُ بِخَيْرِكَ (جامع العلوم والحکم لابن

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رجب ص ۱۳۸

الہی! میں حیران ہوں! تجھے پہچان کر پھر کوئی کیسے غیر سے آس لگاتا ہے اور یہ کتنی حیرت کی بات ہے کہ تجھے پہچانتا ہے، پھر غیر سے مدد مانگتا ہے۔
حضرت حسن بصری، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خط لکھتے ہیں کہ:

لَا تَسْتَعِينُ بِغَيْرِ اللَّهِ فَيَكُنْكَ إِلَهٌ (جامع العلوم ص ۳۸)

غیروں سے مدد نہ مانگیے ورنہ اللہ آپ کو اسی کے حوالے کر دے گا۔

الغرض استعانت کا دائرہ وسیع ہے: پس جو استعانت بندے اور خدا کے مابین 'حجاب' ثابت ہو وہ کافری، جو اس کی راہ نمائے، وہ ایمان پروری، بندے کو جو خدا سے درے درے رکھے، وہ ممنوع اور جو خدا سے قریب تر کر دے وہ مشروع، اللہ اللہ خیر سلا۔ ظاہر ہے وہ ایمان و عمل صالح ہی ہیں، ان کے سوا اور جو شے بھی ہوتی ہے وہ وسیلہ کے بجائے پاؤں کے لئے بیڑیاں بن جاتی ہیں۔ تجربات آپ کے سامنے ہیں۔

(۱) اهدنا الصراط المستقیم (نہایت لطف و کرم کے ساتھ ہم کو سیدھی راہ رکھا)

آپ نے عہد غلامی، کر کے اللہ تعالیٰ سے 'توفیق عمل' کی درخواست کی تھی اور اس کا بھی یقین دلایا تھا کہ الہی صرف تیرے ہی در کی آس رکھوں گا اور جو مانگنا ہو گا تجھ ہی سے مانگوں گا۔ چنانچہ جواب ملا: کہ پھر یوں دعا کیا کرو! اگر طب صادق ہے تو، ہمت کیجیے! البام کچھ زیادہ دور نہیں رہا۔ کیونکہ جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔

خدا جوئی کے جذبہ سے، وحی الہی کی رہنمائی میں "سفر حیات" کی منزلیں طے کرنے کا نام "صراط مستقیم" ہے۔ خدا جوئی کا جذبہ اور نیت نہ رہے یا وحی الہی کی رہنمائی سے ہی کوئی الگ ہو جائے تو وہ راہ "صراط مستقیم" نہیں رہے گی۔

صراط مستقیم کا نام لے کر یہ سمجھایا ہے کہ: جو مانگا ہے، وہ کچھ پکا ہوا میر نہیں کہ آپ کی جھولی میں ڈال دیا جائے بلکہ آپ کا مقصود و مطلوب وہ 'دھرا' ہے اور "راہ یہ جاتی" ہے۔ چل پڑو! راہیں ہم کشادہ کرتے چلیں گے۔

الَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَهُمْ صُبُلَنَا

الغرض صراط مستقیم، جہد و کوشش کے لئے ایک لطیف تلمیح ہے، یہ نہیں کہ صراط مستقیم کی دعا کرنے سے بیٹھے بٹھائے 'ولی' بن جاؤ گے اور 'فی سبیل اللہ' قرب الہی حاصل ہو جائے گا۔ راہ ہمیشہ چلنے کے لئے دکھائی جاتی ہے بیٹھ رہنے کے لئے نہیں دکھائی جاتی۔

ہدایت کے معنی لطف و کرم کیساتھ سیدھی راہ دکھانے کے ہیں یعنی الہی! راہ صرف اتمام حجت کے لئے نہ دکھائیو! بلکہ نہایت رحمت و رافت اور شفقت کے ساتھ "تھام" تھام کر" لے چلنے کے لئے دکھائیو۔

(۱) صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (ان لوگوں کا رستہ جن پر تو نے (اپنا) فضل کیا)

جس جس راہ پر چل رہا ہے اسے 'صراط مستقیم' سمجھتا ہے۔ مگر یہ تو سب کی اپنی اپنی راہ ہوئی، صراط مستقیم کہاں؟ صراط مستقیم میں تعدد تنوع کا ہوتا ہے۔ تضاد کا نہیں، تضاد میں منزلیں جدا جدا ہو جاتی ہیں، تنوع میں منزل اور دل سب کے ایک رہتے ہیں، صرف رفتار اور رفتار کار میں فرق پڑ جاتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے، کوئی چیز، کوئی تیز تر، کوئی تیز ترین اور کوئی ان سے بھی 'سبک تر' مگر رخ سب کا ایک ہی طرف ہوتا ہے، محرک بھی سب کا ایک ہی ہوتا ہے اور منزل بھی ایک، اختلاف رائے ہوتا ہے تفرقہ نہیں ہوتا۔ بہر حال 'صراطِ مستقیم' کی تشخیص اور تعین، لوگوں کو اپنی اپنی صوابدید پر نہیں چھوڑی۔ بلکہ خود ہی واضح کر دی کہ، خدا کی نگاہ میں صراطِ مستقیم وہ ہے جس پر "خاصانِ خدا" انبیاء، صدیق، شہد اور صالحین کے نقوشِ پا ثبت ہیں، یہ منعم علیہم ہیں ان میں یہ تعدد اور تفاوت، سماعی کے مدارج کا ہے، تفرق اور تضاد کا نہیں ہے۔ اس لئے دوسری جگہ "انعمت علیہم" کی نشاندہی کرتے ہوئے ان مذکورہ چاروں اصحابِ مدارج کے ذکر کے بعد فرمایا:

وَحَسَنَ أَوْلَیْكَ رَفِیقًا (سورۃ نساء رکوع ۹)

اور یہ لوگ (کیا ہی) اچھے ساتھی ہیں۔

مدار میں اتنے عظیم تفاوت کے باوجود ان کو اچھے ساتھی کہا، کیونکہ یہ اختلاف عصری ہے یا علمی، سماعی کا ہے یا سفر حیات میں قدرتی تنوع کا، تضاد، تضادم اور عناد کا نہیں ہے۔ اختلافِ مدارج اور سماعی کے اس تنوع سے، ملی وحدت اور اس کی مرکزی حیثیت کو نقصان نہیں پہنچتا۔ ان کا دینی اخلاص، علمی بصیرت اور نیتوں کے چشمہ صافی بھی گدلے اور مکدر نہیں ہوتے۔ خدا کے ہاں یہ سماعی جمیلہ 'سعی مشکور' کہلاتی ہیں۔

ان کا یہ اختلاف، "اختلاف امتی رحمتہ" (میری امت کا اختلاف سراپا رحمت ہے) کا ظہر بھی ہوتا ہے جس میں کمزوریوں کے لئے گنجائش نکل آتی ہے اور باہم منافست اور مسابقت کیلئے راہ ہموار ہوتی ہے۔ جہاں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کے لئے یہ مہمیز کا کام دیتی ہے۔ وہاں ایک ساتھ، ایک دوسرے کو تھام تھام کر لے چلنے کی قدرتی تحریص اور ترغیب بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر آہ! زوال اور انحطاط کے دور میں "مسابقت" کی روح تو جاتی رہی۔ تضاد اور تضادم کو ہی دین سمجھ لیا گیا اس لئے یہ تضاد بڑھتا جا رہا ہے جو تھمنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ جس کی وجہ سے مسلمان، حسنِ رفاقت کی اس توفیق سے محروم ہوتے جا رہے ہیں جو قرآن نے "صراطِ مستقیم" پر چلنے والوں کا خاصہ اور نشانی بتائی ہے۔ غور فرمائیے ہماری وہ ابتداء تھی اور اب یہ انتہا ہے۔ **فلیبک من کان باکیا**

صراط الذین انعمت علیہم کی تخصیص فرما کر یہ بات بھی واضح کر دی کہ انعام کار کردگی کی بنیاد پر ملا کرتا ہے، وہ بھی سراپا اور اخلاص تھے، آپ کو بھی وہی حسنِ عمل وہی اخلاص اور حسنِ رفاقت کا وہی معیار پیش کرنا ہو گا۔ اس کے بغیر صراطِ مستقیم کا فیضان، اس پر استقامت اور اس کے مبارک نتائج کا ظہور ہو؟ مشکل اور ناممکن ہے۔

(۱) **غیر المغضوب علیہم** (نہ ان کی راہ جس پر تیرا غضب نازل ہوا)

دین میں ترمیمیں کرنے، خدا کو، رسول خدا اور مسلمانوں کو فریب دینے، پیغمبر کو حریف سمجھنے، وقار کا مسئلہ بنا کر تحریکِ نبوی کا مقابلہ کرنے، قومی اور وطنی سطح پر اسلام کو تو لٹنے، سیاسی مفاد اور مادی مصالح کے معیار پر دین و ایمان کی باتیں کرنے۔ خاصانِ خدا کی تحقیر، ایمان اور عمل صالح سے پیچھا چھڑانے کے لئے جھوٹے حیلے بنانے کے باوجود اس فریب میں مبتلا رہنا کہ، خدا ہمارا اور ہم خدا کے، خدا کے غضب کو بھڑکانے والی باتیں ہیں۔ خدا کے ہاں اسی طرزِ عمل اور بھونڈی ذہنیت کا عنوان "یہودیت" ہے۔ یہودیت صرف ایک نسل اور قوم نہیں ایک منافقت، مکروہ ذہنیت، ایک فریب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور ایک شرمناک کردار کا نام بھی ہے۔ غیر المغضوب کہہ کر گویا کہ آپ نے خدا سے یہ دعا کی ہے کہ الہی ان مکار اور سرکش اقوام اور افراد کی راہوں سے دور رکھیو۔ دعا عموماً بے چین دل کی آواز ہوتی ہے، جو دعا اتنی گہرائی سے نکلتی ہے قلب و نگاہ پر اس کے اثرات ضرورت نمایاں ہوتے ہیں۔ یعنی اگر وہ اس پکار میں سچا ہے تو ان کے اعمال اور افکار سے بھی ضرور نفرت کرے گا۔ ورنہ وہ دعا نہیں ہوگی۔ ایک بے روح اور بے معنی آواز ہوگی۔

(۲) وَلَا الضَّالِّينَ (نہ گمراہوں کا) چلے تو خدا کو مگر راستہ میں بھٹک گئے، حصولِ خدا کی نیت سے، چھوٹے چھوٹے خدا نما خدا گھڑ لیے، نیک جذبہ کے ساتھ انواع و اقسام کے بدعات کی تخلیق کی، فرائض تو جوں توں کر کے نبھائے مگر خانہ ساز نفلی رسومات میں یوں کھو گئے کہ ان کو اپنا ہوش رہا نہ خدا کا، جیتے جی تو اللہ والوں کی ایک نہ سنی، لیکن جب وہ خدا کو پیارے ہو گئے تو ان کی پوجا کی، ترک دنیا کی ڈینگیں ماریں مگر نکلے سب سے بڑے ہوس پرست اور زر پرست، بلکہ خدا کے نام کی مالا، حصولِ زر کے لئے پھیرتے رہے۔ اسلامی زبان میں ان احمقوں کا عنوان عیسائیت ہے۔ یعنی اللہ سے آپ کی درخواست یہ بھی ہے کہ:

الہی! ان بر خود غلط اور فریب خوردہ لوگوں کی راہوں سے بھی پرے رکھیو۔

امین: علماء نے لکھا ہے کہ ختمِ سورت پر آمین کہنا سنت ہے۔ بخاری میں ہے کہ امام آمین کہے تو آپ بھی آمین کہیں! گناہ بخشے جاتے ہیں۔ (بخاری) ایک روایت میں ہے کہ تم میں سے جب کوئی آمین کہے اور فرشتے بھی آسمان میں آمین کہیں اور دونوں کا باہم کراس ہو جائے تو بخشش ہو جاتی ہے (بخاری باب فضل التامین)

آمین کے معنی ہیں **اِسْتَجِبْ**! الہی قبول فرما! فرشتوں کی آمین کی معیت کے ذکر میں ایک تلخ بھی ہے۔ یعنی حضور قلب! فرشتہ صورت، فرشتہ سیرت کی دولت کا حامل ہونا چاہئے۔ آمین دراصل اس شخص کی صدا ہوتی ہے جو زبانِ حال سے کہتا ہے کہ الہی! اور کدھر جاؤں۔ تو ہی تو ہے، تو ہی ٹھکرا دے تو کہاں امان پاؤں! اپنے در سے نہ دھتکارو! قبول فرماؤ!

آمین دراصل ایک ذہن، ایک فریاد اور ایک پس منظر ہے مگر کچھ یار دوستوں نے اس کو صرف گرمی محفل کا مسئلہ بنا ڈالا ہے۔ دین برحق کے فیضان سے محرومی کے لئے اتنی ہی بات بس کرتی ہے کہ اس کے احکام کو اپنے پس منظر اور مرکزِ ثقل سے ہٹا کر لفظی موٹو گائیڈوں اور قانونی حیثیت کی حد تک ان کے آئینی تقاضوں کو پورا کرنے پر کوئی قناعت کیش ہو جائے! الفاظ معانی اور روح معانی تک رسائی کا ذریعہ ہے۔ خود روح نہیں ہیں، اصلی روح وہ شے ہے جس کی طرف الفاظ اور زبان کا قافلہ گامزن ہے۔

صورت و معنی: بسم اللہ کا درد حسبِ حال جاری رہے تو حضورِ قلب کی دولت ہاتھ آ جاتی ہے۔ اس لئے اسے ہر کام کے آغاز میں ضرور ملحوظ رکھنا چاہئے! برکت ہوتی ہے، احساسِ معیت کی وجہ سے ”معصیت“ سے بچ جانے کی توفیق بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

خدا خود بھی اپنے حمد کرتا ہے اور آپ سے بھی اس کی توقع رکھتا ہے کہ اس کے گن گائیں، اس کی ذات اور حسین صفات پر نظر رہے تو واقعی بے ساختہ زبان سے واہ وانکل ہی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعریف اس کا حق ہے اس میں اس کا اور کوئی شریک نہیں!

بد کی تعریف نہیں چاہئے کیونکہ اس بے انصافی اور اسراف پر عرشِ الہی لرز جاتا ہے۔ تعریف ایک نذرانہ عقیدت ہے اس لئے فکر و عمل میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جذب و کیف نہ ہو، تو حمد کا واہمہ ہوتا ہے، حمد نہیں ہوتی۔

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ کا ورد بڑی اکسیر شے ہے! بکثرت جاری رکھیے اور اپنے کو اس رنگ میں رنگنے کی کوشش کیجیے، ضرورت رنگ لائے گا۔ ان شاء اللہ سوہنے کی تعریف! سوہنے ہی منہ اور زبان سے اچھی لگتی ہے۔

خدا پر کوئی شے واجب نہیں، وہ جو بھی فضل و کرم کرتا ہے، صرف اس کا کرم ہے، رحم ہے ترس ہے۔

خدا کی غلامی اور غیر کی غلامی ایک ساتھ نہیں چل سکتیں، اس لئے گھپلا سے بچیے ورنہ آپ کی عبادت متوقع رنگ نہیں لائے گی۔

سچی اور پائیدار غلامی کے لئے ضروری ہے کہ غیروں سے آسیں توڑ کر صرف اسی سے ”آس لگائیے۔“ جسے بھی آپ اپنی احتیاج میں اپنا سہارا تصور فرمائیں گے، وہ آپ کو عزیز از جان بن جائے گی اس لئے غیر سے آس لگانے میں جو مضرت ہے، اس کا احساس کیجئے۔ خدا صرف اس کا رہتا ہے جو صرف اس کا ہو رہا ہے۔ ساجھے کی صورت میں خدا خود پیچھے ہٹ جاتا ہے، پھر اسے اس کے حوالے کر دیتا ہے، پھر وہی ہوتا ہے جو ہو سکتا ہے۔ جتنا کسی

غیر کی طرف بڑھیں گے، اتنی مسافت حق سے دور جا پڑیں گے۔ **اعاذنا اللہ وایاکم منها ومن کل مکروہ**

راہِ راست اسلام ہے، اللہ والے اس راہ کی مشعلیں ہیں، ان کی روشنی میں سفر حیات جاری رہا تو سفر ان شاء اللہ کامیاب رہے گا۔ اس راہ سے ہٹ کر جتنا سفر ہو گا، منزل اتنی دور ہوتی چلی جائے گی۔

اور بسا اوقات انسان اتنی دور نکل جاتا ہے کہ اسے ”ضیاع منزل“ کا ہوش اور احساس بھی نہیں رہتا۔ خدا کے ہاں اسی کا نام **خَتَمَ اللَّهُ عَلٰی قُلُوبِهِمْ** (ان کے دلوں پر اللہ کی مہر لگ گئی) ہے۔

ضیاعِ منزل کے دو سبب ہیں، یہودیت اور عیسائیت۔ یعنی اس معنی میں جو ہم نے ذکر کیا ہے! جتنے یہ اسباب مہلک ہیں، اتنے عام بھی ہیں۔ اور ان کی سنگینی سے اتنے ہم غافل بھی ہیں۔ **إِنَّ لَّهِ!**

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ڈاکٹر سید محمد یوسف

عالم اسلام کا اتحاد اور استعماری طاقتوں کے جال

(قسط ۲)

مشنری سرگرمیاں (تبشیر) اور استعمار ایک دوسرے کے مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ ہیں
(بلسلسلہ مسلمان ریاستوں میں اسلامی قانون سازی کے قابل غور مسائل)

دوسرا موضوع تھا ”الوحدة الاسلامیة“ یعنی اتحاد عالم اسلامی۔ اس موضوع پر بہت کم مقالے پڑھے گئے۔ ایک مقالہ دکتور عبدالعزیز کامل کا قابل توجہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ دو چیزوں میں تشابہ یا تباہین دیکھنا بڑی حد تک دیکھنے والے کے نقطہ نظر کی بات ہے۔ عالم اسلامی کے قلب میں وہ قوم ہے جو سب سے پہلے اسلام کا جھنڈا لے کر نکلی اور جس کی زبان قرآن کی زبان ہے۔ مشرق میں وہ قومیں ہیں جو عقیدہ اسلام میں برابر کی شریک ہیں اور جن کی عبادت کی زبان عربی ہے۔ شمال میں جنوبی یورپ سے اسلام سمٹ چکا ہے اور وسط ایشیا سے بھی سمٹ رہا ہے۔ یہ اسلام کے جزر کا کنارہ یا ”خط التراجع“ یعنی پسپائی کا خط ہے۔ جنوب میں یعنی افریقہ میں اسلام کے مد کا کنارہ یا ”خط التقدم“ یعنی آگے بڑھنے اور پھیلنے کی سمت ہے۔ یورپ کی عیسائی قومیں اسلام کے اس پھیلاؤ کو روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں۔ اس غرض سے وہ سیاسی دباؤ بھی ڈالتی ہیں اوسب سے بڑھ کر مدرسوں اور اسپتالوں کے ذریعہ کام کرتی ہیں۔ انہیں دشمن اسلام طاقتوں نے اسلام کے قلب میں اسرائیل کا خنجر بھونک دیا ہے جس سے عالم اسلام دو ٹکڑے ہو گیا ہے۔ دورِ عالم اسلام کے مشرقی کنارے پر فلپائن میں مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی کھلی جنگ چلا رہی ہے۔ اس سلسلے میں خاص طور پر سلطان عبدالحمید کا ذکر آیا کہ وہ تاریخ کی بڑی مظلوم شخصیت ہے۔ انہوں نے چونکہ فلسطین میں یہودیوں کی آباد کاری کے منصوبہ کو ماننے سے انکار کر دیا تھا، اس لئے وہ سازش کا شکار ہوئے اور مسلمانوں نے بھی ان کی قدر نہیں پہچانی۔ دوسرے یہ کہ حبشہ کے ہیلی سلاسی اسلام کے پکے دشمن ہیں۔ مسلمانوں پر انہوں نے بے پناہ مظالم ڈھائے ہیں اس کے باوجود سیاسی مصلحتوں کی بنا پر مسلم ممالک میں ان کی آؤ بھگت ہوتی ہے۔ الغرض پورے عالم اسلام میں قیدہ کی وحدت ہے۔ کم از کم عبادت کی زبان ایک ہے۔ زندگی کے طور طریقے بھی یکساں ہیں۔ مختلف سیاسی وحدتوں کے وجود سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن استعماری فطانتوں نے اقلیمیت قومیت اور علاقائی عصبيت کا بیج بو دیا ہے۔ سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پر مسلم ممالک بڑی طاقتوں کی رسہ کشی کے سیاق میں مختلف بلکہ متضاد میلانات و رجحانات رکھتے ہیں اور ان کی بڑی شد و مد سے حمایت کرتے ہیں۔ ماضی میں یہ ہوا کہ ابتدا ہی سے وحدت اسلامی کا جامع منصوبہ باندھا گیا۔ اور بڑی بڑی توقعات اس سے وابستہ کی گئیں۔ واقعیت کا تقاضا یہ ہے کہ جن مقاصد پر مکمل اتفاق رائے ہوا ان سے ابتداء کی جائے خواہ یہ مقاصد کتنے ہی محدود کیوں نہ ہوں، اور اس اتحاد کو خود بخود بڑھنے کا موقع دیا جائے اتنا بے شک ضروری ہے کہ مختلف ادارے جو کسی نہ کسی دائرہ میں اتحاد کے لئے کوشاں ہیں انہیں ایک مرکزی ادارہ میں جمع کر دیا جائے۔

تیسرا موضوع تھا التبشیر فی العالم الاسلامی۔ یعنی عالم اسلامی میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں۔ یہ بات بڑے افسوس کے ساتھ کہی گئی کہ مسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ممالک کی سیاسی آزادی اور استقلال کے بعد اس موضوع کو سرے سے ختم ہی ہو جانا چاہئے تھا اور استعمار کی تاریخ کا جزو بن کر ماضی کی داستان میں جگہ پانا چاہئے تھا۔ اس کے برعکس یہ موضوع آج پہلے سے کہیں زیادہ تازہ، خطرناک اور فوری اہمیت کا حامل ہے۔ یہ ایک دل خراش حقیقت ہے کہ آزادی کے بعد سے تمام مسلم ممالک میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں نئے وسائل اور نئے اسالیب کے ساتھ بڑے پیمانے پر اور بڑی سینہ زوری کے ساتھ نمودار ہوئیں اور روز افزوں تیزی کے ساتھ آج بھی بلاروک ٹوک جاری ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کوئی کہے یا نہ کہے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ پس ماندہ ملکوں کو آزادی دیتے ہی یورپ کی ترقی یافتہ قوموں نے ان کو صنعتی ترقی کا خواب دکھلایا اور از خود دروازہ پر آکر طرح طرح کی امداد (Aid) کی پیشکش کی۔ یہ امداد ایک ایسا جال ہے کہ طائر زیر دام جتنا باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے اتنا ہی اس کے پھندے مضبوط ہوتے جاتے ہیں۔ بالخصوص مسلم ممالک کی اس احسان مندی سے عیسائی مشنری تنظیموں کے حوصلے بڑھے اور ان کے کارکنوں کو اپنے منصوبوں پر عمل کرنے کے مواقع میسر آئے۔

تاریخ میں ہمیشہ استعمار اور کنیسہ دونوں ایک دوسرے کے حلیف اور مددگار نظر آتے ہیں۔ یہ محض اتفاقی بات نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک فلسفہ ہے۔ ایک طرف تو یہ نظریہ ہے کہ دنیا تمام انسانوں کے لئے پیدا کی گئی ہے اس لئے کسی شخص یا قوم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں کو قدرتی ذخیروں تک پہنچنے سے روکے۔ یہ استعمار کی اخلاقی اساس ہے۔ دوسری طرف انجیل کا یہ حکم ہے کہ ”جاؤ اور اقوام عالم کو تعلیم دو۔ اس طرح تبشیر کے لئے سیاسی اور فوجی طاقت سے مدد لینا فرض ہوا۔ چنانچہ استعمار اور تبشیر دونوں ایک دوسرے کے مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بنے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب پرتگال اور سپین میں افریقہ کی تجارت کی بابت ہگڑا ہوا تو پاپائیہ قولاً خامس نے یہ فیصلہ دیا کہ کینیا تک افریقہ کی سرزمین پر قبضہ کرنا پرتگال کا حق ہے اور اگر کسی دوسری مسیحی طاقت نے اس کی مزاحمت کی تو اسے کنیسہ سے نکال دیا جائے گا۔ بعد کو جب کولمبس کے اکتشافات کے نتیجے میں اسپین کی بحری طاقت بڑھ گئی تو ۱۴۹۳ء میں پاپا الکزیڈر نے دنیا کے مختلف حصوں کو پرتگال اور اسپین کے منطقہ نفوذ Sphere of Influence میں تقسیم کیا۔ اس سے بڑھ کر سبق آموز یہ بات ہے کہ انیسویں صدی میں جب فرانس میں دین اور دولت (کنیسہ اور حکومت) میں مکمل جدائی ہو چکی تھی اور سیاست میں کنیسہ کا عمل دخل گوارا نہ تھا عین اسی وقت فرانس کی حکومت الجزائر میں کنیسہ اور اس کے کارکن مبشرین (مشنریز) کو اپنی سیاست کی تنقید کا موثر ادارہ تصور کرتی تھی اور اسی اعتبار سے اس کی سرپرستی کرتی تھی۔ گھر میں تو کنیسہ سے قطع تعلق اور گھر سے باہر کنیسہ کے ہاتھ میں ہاتھ۔ وجہ ظاہر ہے کہ مستعمرات میں حکومت اور کنیسہ دونوں کا مقصد مغلوب مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے اپنا غلام اور تابع بنانا تھا اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ انہیں ان کے دین سے ہٹایا جائے اور اسلام کی جڑ کاٹی جائے۔ یہ مبشرین جو رحمت کا پیام لے کر آئے تھے ان کے وحشی اعمال کی ایک مثال یہ ہے کہ ۱۸۶۸ء میں انہوں نے الجزائر کے قط کے حالات میں ۱۷۵۳ء یمیم عیسائی بنانے کے لئے بھیج دیئے (ایسے واقعات ہندوستان کی تاریخ میں بھی ملتے ہیں)

انیسویں صدی تک مسلمانوں کی غیرت کا یہ حال تھا کہ وہ ان عیسائی مبشرین سے حکومت سے کسی اقدام کا انتظار کیے بغیر خود ہی نمٹ لیتے تھے۔ وہ ان کو بجا طور پر دشمن اسلام اور استعمار کا آلہ کار اور جاسوس سمجھتے تھے اور دیکھتے ہی انہیں قتل کر دیتے تھے۔ غیرت مند مسلم عوام ان عیسائی مبشرین کو اپنے درمیان برداشت کرنے پر اس وقت مجبور ہوئے جب عیسائی حکومتوں نے کمزور مسلمان حکومتوں سے معاہدے کر کے امتیازات حاصل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کیے۔ پھر بھی عرصہ تک یہ عیسائی مبشرین اندرونی علاقوں میں تاجروں کا بھیس بدل کر جاتے تھے۔ مسلمانوں کی رواداری کی اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ یہ دشمنان اسلام یہودی تاجروں کے بھیس میں اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے تھے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں ”شارل دو فوکو“ یہودی کے لباس میں تونس اور مغرب کے علاقہ میں گھومتا پھرتا آئندہ اس کا بھانڈا پھوٹ گیا اور ایک مسلمان کی گولی نے اس کا کام تمام کر دیا۔ آج یہ حال ہے کہ مسلمانوں کو اور مسلمانوں کی حکومتوں کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ یہ رحمت کا پیام لانے والے صلیب بردار، ان کے، ان کی سیاسی آزادی کے اور ان کے دین کے دشمن ہیں۔

استاد عثمان الکعاک نے تبشیر یعنی عیسائی تبلیغ اور عیسائیت کے پرچار کے اقسام اور طریقہ پر سیر حاصل تبصرہ کیا۔

1. پہلی قسم ہے التبشیر الصریح یعنی صریح انداز میں کھلم کھلا عیسائیت کا پچا کرنا اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ علمی مناظرہ کا ہے۔ اس طریقہ سے عیسائیوں کو مطلق کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اسلام نہایت سادہ، منطقی اور آسانی سے عقل میں آنے والا مذہب ہے۔ اس کے برعکس عیسائیت کا ہر عقیدہ ایک گورکھ دھند ہے۔ مسلمان علماء نے مناظرہ کی خدمت بڑی عرق ریزی اور خوش اسلوبی سے انجام دی ہے۔ سب سے پہلے ابن حزم نے اپنی کتاب ’الفصل بین الملل والنحل‘ میں اس کا حق ادا کیا۔ اس کے بعد عبد اللہ الترجمان کا نمبر آتا ہے جو تونس میں ’سیدی تحفہ‘ کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ یہ ابتداء میں بہت بڑے پادری تھے۔ انہوں نے جب اسلام کا مطالعہ کیا تو خدا نے ایسی ہدایت کی کہ مسلمان ہو کر عیسائیت کا دندان شکن جواب لکھا۔ ’پاساں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے‘ ان کی کتاب کا نام ہے ’تحفہ الادیب فی الرد علی اهل الصلیب‘ یوں کہنا چاہئے کہ گھر کے بھیدی نے لٹکا ڈھائی۔ انہیں کے ساتھ ہندوستان میں جو ادساباط اور شیخ رحمت اللہ کے نام زندہ جاوید ہیں جنہوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مناظرات کا سلسلہ ہی ختم کر دیا۔

علمی مناظرہ کے مقابلہ میں دوسرا طریقہ تشکیک کا ہے۔ یہ طریقہ تحریر، تقریر اور تعلیم ہیں۔ استعمال کرتے ہیں اور مسلم نوجوانوں کو ان کے دین، تہذیب اور ثقافت ماضی اور مستقبل کی بابت شک میں ڈال دیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اسلامی نظام حیات فرسودہ ہو چاہے۔ موجودہ دور میں مغربی نظام حیات اختیار کیے بغیر ترقی ممکن نہیں۔ مسلمانوں میں بھی جمہوریت نہیں رہی۔ اسلام نے فقیروں اور مظلوموں کو صبر و شکر کی تلقین کر کے دبائے رکھا، علم میں ترقی کے لئے مسلمانوں کو قرآن کی زبان سے نجات حاصل کرنا پڑے گی۔ اس کے بعد وہ چاہے اجنبی زبانوں، انگریزی، فرنچ کی برتری قبول کر لیں چاہے ”مادری زبان“ کے تعصب میں پڑ کر اپنی وحدت کو پارہ پارہ کر لیں۔ بہر صورت رنگ چوکھا آئے گا۔ اس طریقہ سے کوئی مسلمان عیسائی تو نہیں ہوتا۔ اتنا ہوتا ہے کہ وہ اسلام کو ’طوق گلو افشار‘ سمجھنے لگتا ہے۔ اسلام کو حقیر سمجھنے لگتا ہے۔ عیسائی مبلغ اس نتیجہ سے پوری طرح مطمئن ہیں اور یہ مسلمانوں کے لئے سم قاتل ہے۔ اس کے لئے عیسائی۔ مبلغ کتنے جتن کرتے ہیں، اس پر سے بحث ہوئی جس کا بیان آگے آئے گا۔

”تبشیر صریح“ کبھی کبھی شمشیر و سنان کے بل بوتے پر بھی ہوئی ہے۔ صلیبی جنگیں اس کی سب سے نمایاں مثال ہیں۔ دھران (شمالی افریقہ) کے علاقہ میں اسپینی کافی عرصہ تک چھوٹے بچوں کو زبردستی عیسائی بناتے رہے۔ LUCERA میں سسلی کے مسلمانوں کو جمع کر کے آگ میں جلایا گیا۔ بحر ہند میں استعماری طاقتوں کی قزاقی بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ استاد عثمان الکعاک نے کہا۔ ذرا غور کیجئے۔ بیافرا میں کیا ہوا؟ جنوبی سوڈان میں کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہوا؟ قبرص میں مکاریوس کیا کر رہا ہے؟ پاکستان کے ٹکڑے کرنے سے اصل مقصود کیا ہے۔ فلپائن میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کیوں کھیلی جا رہی ہے؟

ایک قسم ”التبشیر المختفی“ ہے یعنی وہ تبشیر جو رحمت اور نیکی کے لبادہ میں چھپی ہوئی ہے۔ عیسائی گشتی شفا خانے، بڑے بڑے ہسپتال، اونچے اونچے مدرسے، یتیم خانے، دارالامان، سیلاب اور طوفان کے مارے ہوئے لوگوں میں امدادی کام۔ گھر گھر جا کر خواتین کو دست کاری سکھانا اور حفظانِ صحت کے طریقے سکھانا، یہ سب ظاہر میں رحمت اور باطن میں عذاب ہیں۔ جس روز ایک مسلمان یہ کہتا ہے کہ دیکھو! عیسائی کیسے رحم دل ہوئے ہیں اور کیسے نیکی اور خیرات کے کام کرتے ہیں؟ اسی روز اسلام سے برگشتگی کا بیج ان کے دل میں پڑ جاتا ہے۔

الاستاذ عثمان الکعاک نے کہا کہ تبشیر یا عیسائیت کا پرچار ایک منضبط علم بن چکا ہے اور اس کے بہت سے فروغ ہیں۔

1. لغات اور لہجات یعنی بولیوں کا علم۔ جس ملک یا جس علاقہ میں عیسائیت کا پرچار کیا جائے وہاں کی زبانوں اور بولیوں کا باقاعدہ بڑی محنت سے علم حاصل کیا جاتا ہے۔ افریقہ اور ایشیاء کی چھوٹی چھوٹی بولیوں کے سیکھنے سکھانے کا اہتمام اسی غرض سے کیا جاتا ہے۔ پیرس کے مدرسۃ اللغات الشرقیہ اور اسی قسم کے دیگر مدارس سے اصل فائدہ اٹھانے والے وہ عیسائی ہیں جنہیں کنیسہ کی جانب سے تبلیغ کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ مغرب میں استشرق یعنی مشرقی علوم و آداب، ادیان و تواریخ کی تعلیم کا رواج اسی ضرورت کے تحت اور اسی غرض سے عمل میں آیا۔ خواہ کچھ بھی کہا جائے آج تک استشرق پر تبشیر کی چھاپ ہے۔

زبانوں اور بولیوں کے علم سے محض افہام و ابلاغ کا کام نہیں لیا جاتا بلکہ اسے مسلمانوں میں فکری انتشار کا ذریعہ بھی بنایا جاتا ہے۔ مثلاً مختلف عرب ممالک میں گھر اور بازار میں بولی جانے والی زبان اس کلاسیکی عربی (قرآن کی زبان) سے قدرے مختلف ہے جو لکھی پڑھی جاتی ہے۔ یہ عیسائی پادری گھر اور بازار کی بولیوں کی صرف و نحو مرتب کرتے ہیں، ڈکشنریاں تیار کرتے ہیں، فولکلور جمع کر کے اسے ادب کا نام دیتے ہیں۔ الغرض وہ بولیاں جو جہل کی علامت سمجھی جاتی ہیں انہیں مستقل زبان کا درجہ دیتے ہیں تا آنکہ وہ کلاسیکی عربی سے ٹکریں۔ پھر ناصح بن کر جاتے ہیں اور عربوں کو درس دیتے ہیں کہ جو زبان تم گھر میں بولتے ہو جو تمہاری مادری زبان ہے اسی کو لکھنے پڑھنے کا ذریعہ بناؤ اور قرآن کی زبان کا بوجھ جو تم لادے پھرتے ہو اس سے چھٹکارا حاصل کرو۔ چودہ صدیوں میں زبان کا بدل جانا بالکل فطری امر ہے۔ تم قرآن کی خاطر اس فطری تغیر کو روکنا چاہتے ہو اور اس سے انکار کرتے ہو۔ علم کے میدان میں تمہارے پیچھے رہ جانے کا یہی سبب ہے۔ فرانس کی حکومت اور مبشرین دونوں نے مل کر سب سے زیادہ زور عرب اور بربر کے اختلافات کو ہوا دینے میں لگایا۔ بربریوں سے کہا کہ عربی زبان عربوں کی غلامی کی علامت ہے عربوں نے تمہاری زبان کو کچل دیا ورنہ اس میں کیا نہیں ہے۔ یہاں تک آگے بڑے کہ بربر تو غالی نسل سے ہیں جس نسل سے کہ فرانس کے باشندے ہیں۔ اس لئے ان کا فرانس کے ساتھ متحد ہونا ایک طبعی امر ہے۔ علم اجناس البشر (Anthropology) کی مدد سے ثابت کیا کہ ایک بربری کے اور ایک عربی کے دماغ کی ساخت بالکل جداگانہ ہے۔ یہ فتنہ بڑے زور سے اٹھا۔ چند نوجوان جو پختہ شعور نہیں رکھتے تھے وہ گمراہ ہوئے لیکن بہت جلد یہ بات عیاں ہو گئی کہ عربوں کے اتحاد کی ضمانت ’عربیہ فصیحی‘ کلاسیکی عربی اور قرآن کی زبان ہے۔ مقامی بولیوں کے تعصب سے یہ رشتہ ٹوٹا تو پھر وہ دین دنیا کہیں کے نہیں رہیں گے۔ بربریوں کے دل میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اسلام کتنا گہرا بیٹھا تھا اس کی بابت بھی فرانسیسی استعمار اور بتشیروں کے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ وہ یہ بھول گئے تھے کہ صدیوں عربوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر بربریوں نے جہاد کی روح کو محفوظ رکھا تھا جیسے ہی انہیں پتہ چلا کہ یہ انہیں اسلام سے برگشتہ کرنے اور فرانس میں ضم کرنے کی سازش ہے فوراً شدید رد عمل ہوا اور فرانسیسی بربری مدارس سے نفرت و بغاوت کے شعلے اُٹھے۔ ایک واقعہ ہے کہ مدرسہ میں ایک چھوٹی بچی کو فرانسیسی زبان کی ایک نظم یاد کرائی گئی جو کچھ اس طرح شروع ہوتی تھی۔ ’اے چچا اگر جاک گھٹی بچ رہی ہے، جادعا کر۔‘ شام جب وہ گھر لوٹ رہی تھی تو از خود اس نظم کو بدل کر یوں گارہی تھی۔ ’میرے چچا! موذن نے اذان دے دی وضو کر اور جانماز پڑھ۔‘

علال فاسی مغرب (مراکش) کے تجربہ کار سیاست دان اور لیڈر ہیں۔ جہاد آزادی میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ ایک نادر بات یہ ہے کہ وہ بیک وقت عالم بھی ہیں اور سیاسی لیڈر بھی۔ ایک طرف عربی کی قدیم لغت ’مختصر العین للزبیدی‘ ایڈٹ کرتے ہیں دوسری طرف اپنی علمی بصیرت سے سیاست کو روشن کرتے ہیں۔ مجھے ان سے نو سال قبل ملنے کا اتفاق ہوا تھا اس کی بنا پر میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ ہمارے بہت سے پاکستانی لیڈروں سے بڑھ کر پاکستانی ہیں۔ افسوس کہ ”اتراشخہ“ قسم کے لیڈروں کا آئے دن پاکستان میں استقبال ہوتا رہتا ہے اور علال فاسی جیسے دانا اور مخلص دوستوں سے پاکستانی عوام نا آشنا ہی رہتے ہیں۔ خیر! علال فاسی علالت کی وجہ سے الجزائر کے اجتماع میں شریک نہ ہو سکے لیکن انہوں نے اپنا مقالہ لکھ کر بھیجا تھا۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ جب مغرب کی جنگ آزادی پورے زور سے جاری تھی تو ایک طرف تو مجاہدین نے پاپائے روم سے اظہار ہمدردی کی جو اپیلیں کیں ان کا انہوں نے جواب تک نہ دیا۔ دوسری طرف روس نے اور بائیں بازو کی جماعتوں نے مجاہدین آزادی کا ساتھ دینے کی بجائے ڈی گال کی حکومت کی حمایت کی۔ جن ماسکو نواز حضرات کو اس سے اچنبھا ہو وہ سن لیں اور سمجھ لیں کہ روس کا منصوبہ یہ تھا کہ بالکل اتحاد سوفیاتی کی طرف پر ایک اتحاد فرانسیسی قائم ہو اور اس میں شمال افریقہ کے مسلم ممالک جن پر فرانس کا تسلط تھا ان کی حیثیت وہی ہو جو اتحاد سوفیاتی کے اندر وسط ایشیا کے مسلم ممالک کی ہے!!! یہ وہی ”قومیتوں“ کی آزادی و خود مختاری کا نسخہ ہے جسے لینن کا سب سے بڑا کارنامہ سمجھا جاتا ہے اور جس کا اس قدر ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ یہ نسخہ دو اجزاء سے مرکب ہے۔ پہلا جزویہ ہے کہ ہر قسم کے اختلافات کو جلا دو۔ مقامی تعصبات کو ہوا دو۔ مصنوعی طریقوں سے نیشنلیزم کو جنم دو اور کاغذ کے پرزے پر آزادی اور خود مختاری کا تحفہ دے کر طفل تسلی کر دی۔ دوسرا جزویہ ہے کہ جب ہر نیشنلسٹی انفرادی طور پر اتنی کمزور ہو جائے کہ کس جدوجہد کے قابل نہ رہے وہ سب کو نظریاتی، فوجی آمرانہ جابرانہ مرکزی نظام کے تحت آہنی اتحاد کی گرفت میں ایسا جکڑو کہ آزادی اور خود مختاری کے استعمال کا خیال تک نہ آنے پائے۔ بالخصوص دین و مذہب کی آزادی حرام قرار پائے اور غداری کے مترادف ہو جائے۔ اس کے بعد بھی اگر ذرا خدشہ ہو تو ایک آہنی پردہ ڈال کر ساری دنیا سے تعلق منقطع کر دو۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو شمالی افریقہ میں فرانس کی حکومت نے اور عیسائی مبشرین نے جو کچھ کہا تھا وہ روس کے مقاصد اور اس کے طریقہ کار کے عین مطابق تھا۔ متعدد عرب اور بربر قومیتیں دردِ زہ کے مرحلہ سے گزر رہی تھیں۔ فرانس کی حکومت اگر ناپام ہم گرا کر اپنے جبر و استبداد کو بچا رہی تھی تو یہ تو وہ گناہ ہے جو روس میں بھی کیا جاتا ہے۔ مقصود مسلم ممالک کی آزادی نہیں بلکہ یہ کہ فرانس کی حکومت روس کی شاگردی اختیار کرے اور مسلم ممالک کے ساتھ وہی سلوک کرے جو روس نے وسط ایشیا کے مسلمانوں کے ساتھ کیا ہے۔ وقت جیسے تیسے گزر رہی گیا البتہ روس کی اس معاندانہ پالیسی کا ایک اچھا نتیجہ برآمد ہوا کہ شمال افریقہ کے مسلم ممالک میں آزادی کی تحریکیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تمام تر اسلامی محرکات کے تابع رہیں اور بائیں بازو کی جماعتوں کو یہ موقع نہ مل سکا کہ وہ ان تحریکات میں عمل دخل پیدا کر کے ان کا منہ موڑیں اور اپنا اُلوسیدھا کریں۔

جب یہ حقائق تابڑ توڑ سامنے آرہے تھے تو میں بیٹھاپاکستان کے احوال پر غور کر رہا تھا۔ یہ جو چار یا پانچ قومیتیں آہستہ آہستہ پل رہی ہیں جس روز انہیں بال و پر نصیب ہوئے اس روز انہیں متحد رکھنے کے لئے روسی امپریلزم ناگزیر ہو جائے گا۔ روسی مارکہ قومیتوں کے کسی جمہوری نظام میں منسلک رہنے کی کوئی مثال نہیں۔ ایک آمرانہ جابرانہ مرکزی نظام قومیتوں کے تصور کے ساتھ لازم ملزوم ہے گو قبل از وقت اس پر گفتگو نہیں کی جاتی۔ یہ مستشرقین اور مبشرین تاریخ اور علم الآثار (آرکیالوجی) کو بھی اپنے اغراض کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ مسلم ممالک کی قدیم تاریخ کیریتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ اسلام سے پہلے یہ ممالک کیسی سیاسی اور تہذیبی عظمت کے مالک تھے۔ گویا اسلام ان کے زوال کا باعث ہوا۔ جب ایک مصری اہرام پر فخر کرنے لگے اور یہ بھول جائے کہ اسلام نے مصریوں کو بدترین غلامی، انسان کی بندگی، اقتصادی ظلم اور سماجی ناہمواری سے نجات دلائی و ظاہر ہے کہ دشمنان اسلام کا مقصد پورا ہوا۔ اسی کا ایک اہم پہلو یہ ہے جس کی طرف استاد علل فاسی نے توجہ دلائی اور وہ یہ کہ استعماری حکومتیں شریعت کو میدان سے خارج کرنے کے لئے مقامی عرف اور رواج کو زندہ کر کے اسے قانونی تحفظ دیتی ہیں۔ اس طرح ایک مرتبہ جب شریعت ہٹ جائے تو عرف اور رواج کو آگ چل کر اجنبی قانون سے بدلنا آسان ہو جاتا ہے فرانسیسی حکومت نے خاص طور پر بربری علاقوں میں یہی کیا۔ پہلے قبائلی عرف اور رواج کو زندہ کیا پھر اسے فرانسیسی قانون سے بدل دیا۔

استاد علل فاسی نے ایک اور بات بڑی اچھی کہی اور وہ یہ کہ جب عیسائی مبشرین مسلمانوں کو عیسائی بنانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے اسلام میں ملاوٹ ڈالنے کی کوشش تیز کر دیں اور اس کا ذریعہ مستشرقین کے نام نہاد علمی کارناموں کو بنایا۔ استاد عثمان الکعاک نے اس کی تفصیلات دیتے ہوئے بتایا کہ عربی لغت اور شعر و ادب کی بہت سی کتابیں یسوعی پادریوں نے لبنان سے شائع کی ہیں الاب شیخونے 'شعراء النصرانیہ' لکھی ہے جس میں بے شمار عربی شاعروں کو نصرانی بنا ڈالا ہے۔ اس سے تبشری مقاصد پر پردہ پڑ جاتا ہے اور مبشرین کو موقع ملتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے قریب آئیں اور انہیں متاثر کر سکیں۔ یہی مبشرین ساری دنیا میں مسلمانوں کے احوال کا تازہ بہ تازہ نوہ نوہ مطالعہ کرتے رہتے ہیں مثلاً افریقہ میں اسلام کی بابت تری منگھم (Trimingham) کی تصانیف۔ مسلمانوں کے لئے یہ بات باعث افسوس و ندامت ہے کہ نہ ان کے اپنے ایسے ادارے ہیں نہ ایسے علماء جو لیاقت، تندہی اور لگن کے ساتھ ایسے کام انجام دیں۔ ہماری جامعات کے اساتذہ تک الا ماشاء اللہ، انہیں مبشرین اور مستشرقین کی شاگردی پر فخر کرتے ہیں۔ دراصل اس بارے میں کسی غیر سے شکایت بے جا ہے۔ ہمیں خود اپنے اوپر پرونا چاہئے۔

استاد عثمان الکعاک نے کہا کہ مبشرین کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ مسلمان نوجوان اپنے اسلامی علوم عربی ادب، قرآن و حدیث فقہ میں اپنے علماء کے بجائے مغرب کے مستشرقین کی شاگردی اختیار کریں اور عیسائی ماہرین اسلام مستند مسلم علما کی جگہ لیں۔ اس مقصد میں وہ بڑی حد تک کامیاب ہو چکے ہیں اور تقریباً ایک صدی سے مومن عالم کی توہین اور دینی اسلامی علوم میں بھی مشرک کی تکریم کا سلسلہ جاری ہے اور ہنوز ختم ہوتا دکھائی نہیں دیا۔ ازہر کے دکتور الغزالی نے اپنی تعقیب (اظہار رائے) کے دوران سارا وقت اسی پر صرف کیا اور اسی نقطہ کو ابھارا۔ انہوں نے کہا مستشرقین نہ تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عربی پڑھاتے ہیں اور نہ قرآن حدیث کا درس دیتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ کسی لحاظ سے بھی اس کے اہل ہیں۔ وہ تو صرف ایک انداز فکر دیتے ہیں۔ نوجوان مسلم طالب علم کی آنکھوں پر ایک رنگین چشمہ لگا دیتے ہیں جس سے وہ اپنے دین اور اپنے تہذیبی ورثہ میں شک کرنے لگتا ہے اس کا نام نقد ہے۔ ظاہر ہے کہ جس نقد کی ابتداء اپنے مستند علماء کی توہین سے ہو اس کی انتہا کیا ہوگی۔ عربی کی بابت بھی یہ ہے کہ ادب پڑھنے پڑھانے کے بجائے مستشرقین کی رائے اور تبصرے ازبر ہو جاتے ہیں اور انہیں کے اقتباسات پر ساری عمر گزر جاتی ہے۔ دکتور الغزالی نے پرزور مطالبہ کیا ہے کہ مسلم حکومتیں اس مال کے ضیاع اور ایمان کے خسارہ کو روکنے کے لئے سخت تدابیر اختیار کریں۔ اگر سائنسی علوم میں مغرب کی غلامی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مقدر ہو چکی ہے تو دینی علوم، عربی ادب، قرآن و حدیث میں مشرک عیسائی مبشرین اور یہودی مستشرقین کی شاگردی چہ معنی؟ اکبر کا قول یاد آتا ہے۔

”رقیب سرٹیفکیٹ دیں تو عشق ہو تسلیم“ (مسل)

پروفیسر منظور احسن عباسی

سزائے مرتد پر چند مغالطے اور ان کا دفعیہ

(قسط دوم)

اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ قرآن میں قتل مرتد کی سزا موجود نہیں ہے بلکہ احادیث سے ثابت ہے تب بھی احادیث کو کسی منطقی یا شرعی دلیل سے مخالف قرآن نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ جرائم کی بے شمار اقسام ایسی ہیں جن کا مرتکب مستوجب سزا قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ ان کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے۔ بلکہ حدیث شریف میں ہے لہذا ایسے حکم کو قرآن کے خلاف نہیں کہا جاسکتا۔ چنانچہ از روئے حدیث کو مرد مرتد ایسا نہیں جو مستوجب سزائے موت نہ ہو۔ اگر قرآن حکیم سے کسی ایک مرتد کا بھی سزائے موت سے بری ہونا ثابت ہو تو بلاشبہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ حدیث کا فیصلہ قرآن کے خلاف ہے۔

مؤلف کتاب کا تمام تراخصصار آیت **لا اکراہ فی الدین** پر ہے۔ اس آیت کی جو تفسیر و تعبیر وہ کرتے ہیں وہ بجائے خود تحریف کلام الہی ہے۔ اس آیت کا سیدھا سادہ ترجمہ یہ ہے کہ دین میں جبر نہیں ہے۔ اس کے واضح معنی جو بالعموم کیے جاتے ہیں وہ وہی ہیں جن پر فقہاء، خلفائے راشدین اور خود سرور کائنات کا عمل رہا اور ان کے طرز عمل سے اس آیت کے معانی و مطالب کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ **السنة قاضیة علی الكتاب** کے یہی معنی ہیں۔ فاضل مؤلف کو ان لوگوں پر سخت اعتراض ہے جو یہ کہتے ہیں کہ سنت رسول اللہ کتاب اللہ پر قاضی ہے۔ لیکن کیا وہ اس حقیقت پر غور فرمائیں گے کہ عدالت عالیہ کے ایک جج کی حیثیت میں اگرچہ وہ قانون کی بالادستی کو تسلیم فرماتے ہیں تاہم کسی قانون کی صحیح تعبیر وہی ہے جس کی تائید ان کے مفصل مقدمات سے ہوتی ہو۔ فریق ثانی کے وکلائے مرافعہ لاکھ سر پنچیں کہ قانون کی رو سے ملزم پر جرم ثابت نہیں ہوتا لیکن صحیح بات وہی ہے جس کی تائید عدالت کے فیصلہ سے ہوتی ہے۔ یہی صورت حال عقلاً اور دیانۃً قرآن و حدیث کے بارے میں ہے کہ آیات قرآن حکیم کی وہی تعبیر درست ہے جو احادیث اور سنت رسول سے ثابت ہو یا خلفائے راشدین و صحابہؓ کے فیصلوں کے مطابق ہو یا پھر وہ تعبیر درست ہے جو قرآنی بصیرت رکھنے والے۔ دینی علوم کے ماہرین یا فقہاء و مجتہدین ملت نے کی۔ بالخصوص وہ اصحاب جن کا ورع و اتقا اور خوف و خشیت اللہ مسلمہ حقائق ہوں۔ صورت حال یہ ہے کہ عدالت عالیہ کے فیصلوں کی بنا پر قانون کی جو تعبیر کی جاتی ہے کوئی شخص اس فیصلہ کے خلاف آواز اٹھائے تو مجرم اور قابلِ تعزیر اور بعض صورتوں میں تو بین عدالت کی پاداش میں سزا کا مستوجب ہوتا ہے تو آخر کوئی مسلمان یہ کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ قرآن احکام کا جو فیصلہ صاحب وحی ﷺ نے فرمایا اس کے خلاف ایک ایسے شخص کی بات کو تسلیم کیا جائے جو قانون خداوندی کی زبان تک سے ناواقف ہو۔ غرض قرآن پر حدیث کے قاضی ہونے کی مثال وہی ہے جو قانون ملک پر عدالت عالیہ کے قاضی ہونے کی ہے پھر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اگر ملک کے مختلف حصوں میں جس قدر عدالت ہائے عالیہ ہیں۔ ان سب کے فیصلوں پر تعزیرات ملکی کی کسی دفعہ کا ایک ہی مفہوم لیا گیا ہو اور اس کے خلاف کسی گاؤں کا چودھری یہ دعویٰ کرے کہ وہ سب فیصلے غلط ہیں صحیح صرف وہ فیصلہ ہے جو چودھری صاحب نے ان سب کے خلاف کیا تو ایسے شخص کو لوگ دیوانہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کہیں گے۔ غرض عدالت کے فیصلے قانون ملکی کے لئے اسی طرح قاضی کی حیثیت رکھتے ہیں جس طرح احادیث اور فقہاء کے فیصلے قرآنی قانون کے لئے۔ بندہ عاجز یہ سمجھنے سے قطعاً قاصر ہے کہ موقف جیسے فاضل انسان نے اس باب میں مسٹر پرویز کی تقلید کیوں فرمائی۔

اس سے بھی زیادہ تعجب مجھے اس بات پر ہے کہ انہوں نے مفسر ابن حیان کی تفسیر بحر المحیط سے بھی اصل مفہوم کے خلاف نہایت ہی غلط نتیجہ اخذ فرمایا اور نچ استدلال کذب بیانی کی حد تک پہنچتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

نہایت ہی اہم اور معنی خیز وہ بات ہے کہ علامہ ابن حیان قرآن کی اس آیت **لا اکراہ فی الدین** کی اس تعبیر کو فوقیت دیتے ہیں جو اس کے الفاظ اور مفہوم کے عین مطابق ہے یعنی وہ شخص بھی جو اسلام کو ترک کر کے کوئی اور مذہب اختیار کرے اسے اپنے سابقہ مذہب میں واپس لانے کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

یہ بیان انتہائی گمراہ کن ہے۔ ابن حیان کی تفسیر جلد ۲ ص ۸۱ کو ملاحظہ کیا جائے۔ یہاں انہوں نے اس آیت کا شان نزول بتایا ہے کہ بیشتر اصحاب بیان کرتے ہیں کہ انصار کی کچھ اولاد یہودی اور کچھ نصرانی ہو گئی تو ان کے والدین نے ان کو جبراً مسلمان کرنا چاہا تو یہ آیت نازل ہوئی (کہ ان کو جبراً مسلمان نہ بنایا جائے)

اس کے متعلق آگے چل کر علامہ ابن حیان کہتے ہیں۔

قیل لا یکرہ علی الاسلام من خرج الی غیرہ کہ ایک قول ضعیف یہ ہے کہ جب کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اسے اسلام لانے پر مجبور نہ کیا جائے۔

مؤلف کتاب موصوف کو ایک غلط فہمی تو یہ ہوئی اس میں اسلام سے پھر جانے کا ذکر ہے حالانکہ یہاں ان کے اپنے آبائی دین سے پھر جانے کا ذکر ہے۔

دوسری غلط بیانی یہ کی گئی کہ ابن حیان نے اس خیال کو فوقیت دی ہے حالانکہ اس کے لئے علامہ موصوف نے قیل کا لفظ استعمال کیا ہے جو ایسے خیال کے لئے استعمال ہوتا ہے جس سے خود عاقل کو اتفاق نہ ہو اور اسے کمزور تصور کرتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس کا نام تک نہیں لیا جس نے رائے ظاہر کی۔ اس کی بجائے خود علامہ مدوح نے کلبی کا قول لفظ قال سے نقل فرمایا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے نزدیک قول قوی ہے۔ **قال الکلبی لا اکراہ بعد الاسلام العرب ویقبل الجزیہ** یعنی عرب کے مسلمان ہو جانے کے بعد کسی کو جبراً مسلمان کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ کافروں سے جزیہ لیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے قول زجاج کو بھی قوی قرار دیا ہے۔

وقال الزجاج لا تنسبوا الی الکراہۃ من اسلم مکرہا۔ یعنی اگر کوئی مجبوراً بھی مسلمان ہو جائے تو اسے یہ نہ کہنا چاہئے کہ وہ مجبوراً مسلمان ہوا (بلکہ اسے مسلم ہی کہا جائے)

غرض ابن حیان تو کہتے ہیں کہ یہ قول کمزور ہے اور مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ ابن حیان اس کو قوی کہتے ہیں۔ اب اس کو غلط بیانی کے سوا کیا کہا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سزائے مرتد پر چند مغالطے اور ان کا دفعیہ

حاصل کلام یہ ہے کہ جناب مؤلف نے **لا اکراہ فی الدین** کا مفہوم سمجھنے کی کوشش نہیں فرمائی بلکہ مسٹر پرویز کے قول پر بھروسہ کر لیا ہے۔ دین میں جبر نہ ہونے کے تین مفہوم ہیں۔ ایک تو یہ کسی کو جبراً مسلمان نہ بنایا جائے۔ دوسرے یہ کہ جبراً مسلمان نہیں بنایا جاسکتا۔ اور تیسرے یہ کہ دین کے لئے جبر بھی کیا جائے تو وہ جبر نہیں ہے جیسا کہ علامہ زجاج کی عبارت بالا سے مترشح ہوتا ہے اور اس کی تائید لغت سے ہوتی ہے۔ اکراہ کے معنی ہیں بری بات پر مجبور کرنا۔ برے کام پر کسی کو آمادہ کرنا یعنی نیک کام پر مجبور کرنا جرم نہیں ہے۔ (المنجد، مصباح) میں نہایت ادب سے عرض کروں گا کہ وہ قرآن قانونی **لا اکراہ فی الدین** کا تجزیہ خود اپنی اس منصبی حیثیت سے فرمائیں جو بحیثیت قاضی القضاۃ مملکت پاکستان کے ان کو حاصل رہی ہے۔

جبر بلاشبہ ایک جرم ہے لیکن مجھے امید نہیں کہ انہوں نے بحیثیت جج کبھی کسی ایسے شخص کو جبر کی پاداش میں واجب التعزیر قرار دیا ہو۔ جس نے جبراً اقدام قتل یا اقدام خودکشی سے کسی کو باز رکھا ہو یا اخلاقی اور قانونی فعل کے اقدام پر مجبور کیا ہو۔ ناجائز ہتھیائی ہوئی چیز کو جبراً چین لینا، چوری، ڈاکہ زنی اور اغوا یا آبروریزی سے جبراً باز رکھنا بچوں کو مار پیٹ کر سبق یاد کرانا یا جبر کر کے دوائی پلانا کیا ان میں سے کوئی بات بھی قانون آزادی ضمیر کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعزیرات کی بعض قسمیں انتہائی شدید ہونے کے باوجود جبر نہیں کہی جاسکتیں۔ بلکہ حسن معاشرہ کے لوازمات میں سے ہیں۔

اکراہ کے جو تین معانی بتائے گئے ہیں فقہاء نے اس کی رو سے اور کتاب و سنت کی روشنی میں ہر معنی کو ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ پہلے معنی کی رو سے شریعت اسلامیہ میں کسی شخص کو جبراً مسلمان بنانے کی ممانعت ہے۔ دوسرے معنی کی رو سے جبراً بنائے ہوئے مسلمان کو حقیقی معنوں میں مسلمان نہیں سمجھا گیا۔

چنانچہ جبراً مسلمان بنایا ہوا شخص اگر مرتد ہو کر دوبارہ پھر اپنے دین میں چلا جائے تو اس پر ارتداد کی سزا (موت) عائد نہ ہوگی کیونکہ درحقیقت وہ کافر ہی تھا کہ مرتد نہیں ہوا۔

تیسرے معنی کی رو سے فقہانے دین کے معنی اسلامی آئین شریعت قرار دیے ہیں جو سرتاپا خیر ہیں اگر جبراً دین سے پھر جانے سے کسی کو روکا جائے تو وہ جبر نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر فتح الرحمن کے حاشیہ میں فرمایا ہے کہ (دین کے باب میں) اگر جبر کیا جائے وہ جبر نہیں کہلائے گا۔

مؤلف کتاب نے شاہ صاحب کے اس خیال پر کہ جب اسلام اہر شد گویا جبر کر دن نیست اگرچہ جبر باشد (یعنی اسلام کی صداقت عیاں ہو چکی ہے اب نجات اسی دین میں ہے۔ لہذا اس کے لئے کوئی جبر کیا جائے تو وہ جبر نہیں ہے) اعتراض فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ شاہ صاحب کا یہ خیال قرآن مبین کے صریحاً خلاف ہے نہ تو الفاظ قرآن میں اس مفہوم کی تحدید ہے نہ اس کا حقیقی مفہوم یہ ہے اور نہ شان نزول سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی قرآن کا مطلب شاہ صاحب نے غلط بیان کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اکراہ کے لغوی معنی اس کا حقیقی مفہوم اور شان نزول سب یہی کہتے ہیں کہ دین کے باب میں نہ جبر کرنا چاہئے نہ جبر کیا جاسکتا ہے اور نہ جبر کو جبر کہنا درست ہے۔ بہ ظاہر جناب مؤلف کا فرائض اصلی اور کافر مرتد دونوں کو ایک ہی پلڑے میں رکھتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سزائے مرتد پر چند مغالطے اور ان کا دفعیہ

ہیں لیکن اس بنیادی غلطی کا فرق وہ خود بھی بلا دلیل محسوس کر سکتے ہیں کہ کسی ایک مسلمان کا مرتد ہو جاتا ہزار کافروں کی موجودگی کے مقابلہ میں زیادہ افسوسناک امر ہے۔ ہزاروں کافر ہمارے ارد گرد پھرتے ہیں جن کی موجودگی سے ہمیں وہ اذیت نہیں ہوتی جو ایک فرد مسلم کے کافر ہو جانے سے ہوتی ہے۔ بلاشبہ کفر ظلم ہے لیکن ارتداد سب سے بڑا ظلم ہے۔ کاش جناب مؤلف کو کوئی سمجھائے کہ ہزار مسلمان اپنی جان تک قربان کرنا گوارا کر لیں گے لیکن یہ گوارا نہ کریں گے کہ ایک مسلمان کو کافر بننے کی اجازت دے دی جائے۔ گویا ہزاروں مسلم جانوں کا یہ اتلاف اتنا عظیم نقصان نہیں ہے جتنا ایک فرد مسلم کا کافر بن جانا۔ مسٹر پرویز ہی کی یہ ہمت ہے کہ انہوں نے بے دھڑک یہ کہا ہے کہ ارتداد کوئی جرم ہی نہیں ہے حالانکہ اسلام میں اس سے بڑا کوئی جرم نہیں ہے۔ مقام افسوس ہے کہ پرویز کی تائید کا بیڑا ایک بہت بڑے مسلمان نے اٹھایا ہے میں اس صورت حال کو ملک کی انتہائی بد قسمتی تصور کرتا ہوں۔

اس نکتہ کو خاص طور پر ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ بنفسہ کسی کافر کو اسلام لانے پر مجبور کرنا بھی جرم نہیں ہے کیونکہ اسے کسی بری بات پر مجبور نہیں کیا گیا۔ لیکن مملکت اسلامیہ میں اس کی سخت ممانعت اس لئے ہے کہ اسلام غداری اور نقض عہد کا سخت دشمن ہے۔ اسلام کے تمام عائلی، معاشی، معاشرتی، تمدنی اور سیاسی نظام کی بنیاد وفا کے عہد پر ہے اور جرائم کی تمام شاخیں ایک نقض عہد کی جڑ سے پھوٹی ہیں۔ ہر غیر مسلم جو بحیثیت ایک رعایائے مملکت یا شہری کے کسی اسلامی ملک میں اقامت کرتا یا وارد ہوتا ہے اس کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کا عہد مسلمانوں نے کر رکھا ہے۔ قرآن و حدیث اس کی پابندی کو فرض الہی قرار دیتے اور نقض عہد کو قتل سے زیادہ فعل مذموم قرار دیتے ہیں۔ ہاں جب کفار عہد توڑتے ہیں تو پھر مسلمان بھی کسی کو نہیں چھوڑتے اور ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ آزادی ضمیر غداری کی اجازت نہیں دیتا۔ یہی نقض عہد ہے جو ایک مسلمان کو بھی مستوجب قتل قرار دیتا ہے۔

لا اکراہ فی الدین کا یہی مفہوم ہے جو عقل و عدل و انصاف کے عین مطابق ہے۔ اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ اسلام مسلمانوں کو غداری کی اجازت دیتا ہے اور اس جرم کو باوجود غدر صریح کے آزادی ضمیر کے خلاف اور قابل تعزیر نہیں سمجھتا۔

یہاں یہ نکتہ بھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ کسی کافر کو جبراً مسلمان بنانا کسی مسلمان کو جبراً کافر بننے سے باز رکھنا دو مختلف امور ہیں۔ پہلی صورت بلاشبہ جبر ہے لیکن دوسری صورت میں مطلقاً شائبہ جبر نہیں ہے بلکہ عین خیر ہے۔ کسی سپاہی کو سرکشی کی پاداش میں گولی مار دی جائے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حکومت زبردستی لوگوں کو سپاہی بنانا چاہتی ہے بلکہ برعکس اس کے یہ تو سپاہی بننے کی سخت ذمہ داریوں کا احساس دلا کر لوگوں کو سپاہی بننے سے خائف کرنا ہے۔ اسی طرح مرتد کو قتل کرنے کے حکم میں لوگوں کو یہ احساس دلانا مقصود ہے کہ مسلمان ہونے سے پہلے سوچ سمجھ کر دین اسلام اختیار کرنا چاہئے۔ گویا یہ امر ایک قسم کی تحویف اور اسلام لانے میں رکاوٹ کا موجب ہے۔ اسلام کے لئے نہ تشویش ہے نہ ترغیب نہ جبر نہ زبردستی۔ اس کو جبر قرار دینا ہی ایک بنیادی غلطی ہے باوجود اس کے وہ اصحاب جو کہتے ہیں کہ قرآن حکیم میں مرتد کی سزا قتل نہیں ہے ان کا مطلب صرف یہ ہے کہ بصراحت یہ حکم موجود نہیں ہے اس حکم کی صراحت احادیث میں ہے۔ لیکن مؤلف کتاب نے ایسی احادیث پر جن سے یہ حکم ثابت ہے تبصرہ کرنے سے پہلے پانی کے آگے باڑ باندھنے کی کوشش فرمائی ہے۔ ص ۵۶ تا ۵۹۔ اور احادیث سے ثابت ہونے والے احکام کے متعلق یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کمزور، محل نظر، مشتبہ اور بے حقیقت ہیں۔ چنانچہ تمہیداً انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ:

سنت رسول اللہ قرآن کے خلاف نہیں ہو سکتی۔

قرآن سے ثابت شدہ امر کو کوئی شخص بدل نہیں سکتا۔ خواہ وہ کتنی ہی بڑی شخصیت رکھتا ہو۔

1. حدیث کو قرآن کے بعد دوسرا درجہ حاصل ہے۔

2. حدیث کو قرآن کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔

3. قرآن کے خلاف خبر واحد کو ترک کر دیا جائے گا۔

4. موطا امام مالک، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو اعتبار کے لحاظ سے پہلا درجہ حاصل ہے۔ اس کے بعد دوسری صحاح کا درجہ ہے۔ محدثین ان دو کو

قابل وثوق خیال فرماتے ہیں۔ باقی کتب احادیث تیسرے چوتھے درجہ پر ہیں۔

5. حجیت حدیث کے مختلف مراتب ہیں جن کا تعین قرآن کے الفاظ اور ان کے معنی کے پیش نظر کیا جائے گا۔

6. حضرت عائشہؓ کا کہنا ہے کہ حدیث کو صحیح طریقہ سے نہ باور کیا گیا اور نہ سمجھا گیا۔ انہوں نے حضرت عمرؓ پر فہم قرآن کے باب میں اعتراض

بھی کیا۔

7. حدیث صرف قرآن کی تائید کر سکتی ہے اس کے خلاف نہیں جاسکتی۔

واضح ہو کہ جناب مؤلف نے حدیث کے باب میں یہ تمام حقائق اپنے ذہن سے گھڑ کر نہیں بیان فرمائے بلکہ ہر بات کو شرعی دلائل اور فقہاء و

مفسرین کے اقوال سے ثابت فرمایا ہے تو اب کیا یہ سوال نہیں پیدا ہوتا کہ جن اصحاب کو قرآن و حدیث کا یہ مقام معلوم ہے اگر کسی مسئلہ میں وہ اپنے

ہی مسلمہ نظریات کے برعکس قرآن کی مخالف احادیث سے کوئی حکم اخذ کریں یا قرآن کے خلاف احادیث کو صحیح قرار دیں یعنی حدیث کے باب میں

قرآن کو پس پشت ڈال دیں تو گمراہ نہیں بلکہ قرآن کے دشمن نہیں ہیں۔

زیر نظر کتاب میں مرتد کے مستوجب قتل ہونے کے باب میں جناب مؤلف کی تمام تحقیق یہ ہے کہ کسی مفسر یا محدث یا فقیہ نے قرآن کو وہ مقام

نہیں دیا جو حدیث کے مقابلہ میں دینا چاہئے۔ یعنی قتل مرتد کی سزا قرآن کے خلاف ہے۔ جو اصحاب اس کے قائل ہیں وہ مقام حدیث سے آگاہ ہونے

کے باوجود صریحاً بے ایمانی سے کام لے رہے ہیں یا کم از کم حماقت میں مبتلا ہیں کہ احادیث سے ایسا حکم مستنبط فرماتے ہیں جو قرآن کے خلاف ہے۔

چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب کے باب ارتداد و سنت کے تحت کئی طریقوں سے اپنے دعوے کی تائید میں چند دلائل پیش فرمائے ہیں۔

ایک تو یہی کہ قرآن اس حکم کے صریحاً خلاف ہے کیونکہ اس میں صاف **لا اکراہ فی الدین** آیا ہے۔

دوسرے یہ کہ احادیث کا مفہوم متعین کرنے میں اختلاف ہے۔

چوتھے یہ کہ احادیث قابل تاویل ہیں اس کے جو معنی لیے جاتے ہیں وہ درست نہیں ہیں۔

پانچویں یہ کہ اس حکم کے پس منظر کو سب نے نظر انداز کر دیا ہے۔ دراصل ہر مرتد کو قتل کا حکم نہیں بلکہ صرف مرتد حربی کو قتل کا حکم ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سزائے مرتد پر چند مغالطے اور ان کا دفعیہ

ان تمام دلائل کا تجزیہ کیا جائے تو یہ نتیجہ نکلے گا کہ محدثین و فقہانے آیت **لَا اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ** کا مطلب غلط سمجھا۔ کمزور اور غلط احادیث پر اعتبار کیا۔

مفہوم احادیث کے تعین میں اختلاف ہے۔ احادیث کا مطلب صحیح نہیں سمجھا گیا۔ یعنی اخذ مطالب پر پس منظر کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تفقہ کے اصول میں سے کسی کی پابندی نہیں کی گئی **لَا اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ** کے معنی کی تفصیل جو علماء کے نزدیک معتبر ہے وہ اوپر آچکی ہے اور یقیناً اس آیت کا جو مطلب مؤلف مدوح نے بیان فرمایا ہے وہ کسی کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

کمزور اور غلط احادیث پر اعتبار کے باب میں دو باتیں عرض ہیں ایک تو یہ کہ خود جناب مؤلف نے جن اقوال کا سہارا پکڑا ہے وہ ان احادیث سے بھی زیادہ ناقابل اعتبار، کمزور بلکہ غلط سلط اور فضول ہیں۔ تفصیل میرے مفصل مضمون میں ہے پھر یہ کہ کسی راوی کا محل نظر ہونا اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ دوسرے قطعی دلائل، تعامل صحابہ اور اجماع امت کے خلاف ہو۔ کوئی شخص خواہ کتنا ہی ناقابل اعتبار ہو اگر وہ کوئی بات حقائق مسلمہ کے مطابق کہتا ہے تو اس کی تائید و توثیق کی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جو احادیث اس باب میں آئی ہیں وہ بیشتر صحیح، متفق علیہ اور ناقابل تنقیح ہیں جن کے راویوں میں کہیں ضعف ہے اس کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور محدثین نے اسے بھی ناقابل جرح قرار دیا ہے اور یہ دعویٰ کہ مفہوم احادیث کے تعین میں اختلاف ہے بلاشبہ اختلاف ہے لیکن مقام حیرت ہے کہ اس باب میں کہ مرتد مستوجب سزائے موت ہے کسی کو اختلاف نہیں چنانچہ ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے جس سے اشارۃً یا کنایۃً بھی یہ مفہوم اخذ کیا جاسکے کہ کوئی مرتد مرد واجب القتل نہیں ہے۔ اختلاف اگر ہے تو صرف اس باب میں کہ مرتد کو توبہ کی مہلت دی جائے یا نہیں؟ اور کتنی مہلت دی جائے اور مرتدہ عورت کو کہاں تک اس باب میں مراعات دی جاسکتی ہیں؟

مؤلف کتاب نے محض اختلافی نکتوں پر اپنے دلائل کی بنیاد رکھی ہے۔ متفقہ فیصلہ کو نظر انداز کر دیا ہے لیکن احادیث کی تمام بحث میں کوئی ایک نظیر بھی ایسی نہیں ہے جس سے ظاہر ہو کہ کسی مرتد کو ارتداد کی حالت میں زندہ رہنے کا حق ہے۔ اختلاف کی صورت تطبیق یہ ہے کہ مرتد کو مہلت توبہ دی جائے تو بہتر ہے نہ بھی دی جائے تو چنداں مضائقہ نہیں۔ عورت کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر مرتدہ سرکشی پر اتر آئے تو وہ بھی مستوجب قتل ہے ورنہ اسے قید میں رکھا جائے گا اور توبہ کر لے تو مرد و عورت دونوں کے لئے معافی کی اجازت ہے اور یہ تمام مسائل الفاظ و معانی قرآن و حدیث سے اخذ فرمائے گئے ہیں۔ (مسل)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

السکا کی مؤلف ”مفتاح العلوم“

خوارزم جمہوریہ ازبکستان (روس) کا ایک اہم صوبہ ہے جہاں عہد اسلام میں بے شمار اہل علم نے جنم لیا۔ خیوہ اس صوبہ کا مرکزی شہر ہے۔ مامون الرشید کے دور کا مشہور منجم اور الجبر کا ماہر محمد بن موسیٰ الخوارزمی اسی مردم خیر خطے میں پیدا ہوا۔ مشہور محدث محمد بن محمود خوارزمی (م ۶۶۵ھ) اسی علاقے سے نسبت رکھتے ہیں اور معلم ثانی ابو نصر فارابی کا مولد ”فاراب“ اسی علاقے میں واقع ہے۔ اسی کلمے سے ”مفتاح العلوم“ کا مصنف سکا کی نسبت رکھتا ہے۔

السکا کی کا نام و نسب ابو بکر یوسف بن ابی بکر بن محمد مذکور ہے۔ سراج الدین لقب تھا۔ مگر شہرت ”السکا کی“ کے نام سے ہوئی۔ وہ ۲ جمادی الاولیٰ ۵۵۵ھ / ۱۱۶۰ء کو خوارزم میں پیدا ہوا۔ تذکرہ نگاروں نے ”السکا کی“ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے مختلف رائے پیش کی ہیں۔ ایک رائے ہے کہ شہر ”سکا کہ“ کی طرف نسبت ہے جو نیشاپور (ایران)، عراق یا یمن میں واقع ہے۔ یہ رائے رکھنے والوں کے درمیان اختلاف کہ ”سکا کہ“ شہر کا محل وقوع کیا ہے۔ نیز سکا کی خوارزم کا باشندہ تھا۔ ”سکا کہ“ کی طرف نسبت ممکن نہیں۔ دوسری رائے یہ ہے کہ سکا کی کے جد امجد ”ابن سکا کہ“ تھے اور ”سکا کی“ خاندان نام ہے۔ تیسری رائے یہ ہے کہ سکا کی دھاتی کام کرتا تھا اور چاقو چھریاں بنانے کی وجہ سے سکا کی مشہور ہوا۔ عربی زبان میں چھری کو ”سکین“ کہتے ہیں۔ آخری رائے زیادہ قرین قیاس ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک دن سکا کی نے قلمدان تیار کیا جو نفاست اور مہارت فن کی وجہ سے بے نظیر تھا۔ اس نے یہ خوب صورت قلمدان ملک کے حکمران کو تحفہ دیا اور شاہی انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ کچھ دیر بعد اس کی موجودگی میں ایک اجنبی دربار میں حاضر ہوا اور نہایت تزک و احتشام سے اجنبی کا استقبال کیا گیا۔ سکا کی نے نووارد کا اکرام و تعظیم دیکھ کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اجنبی ایک ’عالم‘ ہے۔ سکا کی نے محسوس کیا کہ ایک فن میں مہارت حاصل کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ علم کی تحصیل کی جائے اور اس نے حصول علم پر توجہ دینے کا فیصلہ کر لیا۔

سکا کی نے مختلف علماء کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کیا اور اپنے ارادے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے اساتذہ کے معلوم اوراق تاریخ میں محفوظ نہیں جس کا سبب منگولوں کے حملے ہیں اور منگولوں نے دنیا کے دوسرے خطوں کی طرح اس کے وطن میں بھی تہذیب و تمدن کے آثار مٹائے تھے۔ السکا کی حنفی فقہاء میں خاصا ممتاز تھا۔ فقہ میں اس کے دو استاد سدید الخاقانی اور محمد بن صاعد بن محمد الہراتی تھے۔

۲۹-۲۲۸ھ / ۶۲۶ھ کو علم و ہنر کا یہ آفتاب صوبہ فرغانہ میں ”المائع“ (قصبہ کے قریب ایک گاؤں میں فوت ہوا جو مشہور فلیسوف عربی الکندی کا مولد ہے۔

تصنیف و تالیف:

السکا کی ترکی زبان کا شاعر تھا اور اس کا ترکی کلام محفوظ ہے۔ مگر اس کی شہرت ”مفتاح العلوم“ کی بدولت ہے جو اہل علم کی رائے کے مطابق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”بلاغت“ پر لکھی گئی۔ جملہ کتابوں میں جامع رین ہے۔

کتاب کی شہرت کے باوجود اس کے مسودات بہت کم ہیں۔ دوبار چھپ کر اہل علم تک پہنچ چکی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب تین حصوں میں تقسیم ہے۔ علم الصرف، علم النحو، علم البیان والمعانی۔ ”مفتاح العلوم“ میں موضوعات کا حق ادا کیا گیا ہے مگر مواد اس قدر غلط طور پر ترتیب دیا گیا ہے کہ کام نہ دے سکا اور طلبہ میں مقبول نہ ہو سکا۔

”مفتاح العلوم“ کے نامقبول ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ زبان نہایت مشکل ہے۔ لمبے لمبے فقرات اور نامانوس تراکیب استعمال کی گئی ہیں۔ کتاب کے تیسرے حصے (علم البیان والمعانی) کا خلاصہ محمد بن عبد الرحمان القزوی (م ۱۳۳۸ھ) نے ’تلخیص المفتاح‘ کے نام سے کیا اور ’التلخیص‘ اس موضوع پر حرف آخر بن گئی۔ تلخیص کی کئی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ تفتازانی (م ۷۹۱ھ) نے ’مطول‘ اور مختصر دو شرحیں لکھی ہیں۔

ماخذ:

1. انسائیکلو پیڈیا آف اسلام
2. عہد وسطی کے مسلمانوں کے علمی کارنامے۔ عبد الرحمان
3. کشف ظنون۔ حاجی خلیفہ

تعارف و تبصرہ کتب

(۱) مکمل نماز

نام کتاب	:	ہدایہ النبی المختار (المعروف مکمل نماز)
مؤلف	:	حضرت مولانا عبد الوہاب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
صفحات	:	۴۴۸
طابع و ناشر	:	کتب خانہ اشاعت الکتاب والسنۃ۔ کراچی
طبع	:	پندرہویں (۱۳۸۸ھ)
قیمت	:	5 روپے
پتہ	:	ماکان کتب خانہ اشاعت الکتاب والسنۃ۔ برنس روڈ۔ کراچی نمبر 1

مؤلف کتاب حضرت مولانا عبد الوہاب دہلوی (ف ۸ رجب ۱۳۵۱ھ) حضرت مولانا عبد اللہ غزنوی، حضرت مولانا حضرت محمد لکھنوی، حضرت مولانا منصور الرحمن تلمیذ امام شوکانی اور شیخ الکل حضرت سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشاد تلامذہ میں سے تھے۔ عقلی اور نقلی علوم میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ”سنت رسول“ کے حد درجہ شیدائی تھے اور اس راہ میں بڑے مصائب برداشت کیے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعتہ۔

بعض مسائل میں آپ کے تفردات مشہور ہیں، تاہم ان کی علمی ثقاہت اور دیانت تقویٰ اور طہارت سب کے نزدیک مسلمہ تھی۔

زیر تبصرہ کتاب انہی کی تالیف ہے جس میں کچھ عقائد کے علاوہ، وضو، اس سلسلہ کی دعائیں نماز، اس کی اقسام، تعداد رکعت، بیان اوقات اور مسنون نماز کی پوری پوری تفصیل بیان کی گئی ہے۔ کتاب کے شروع میں حضرت مؤلف کے مختصر اسوایں بھی بیان کیے گئے ہیں۔

بعض مقامات میں اختلافی مسائل کی توضیح اور اس کے انداز بیان میں تعنت پایا جاتا ہے جو مقامی اور عصری حالات کا رد عمل معلوم ہوتا ہے جو نہ ہوتا تو بہتر تھا۔

کتاب جہاں علمی اور تحقیقی ہے وہاں خاصی دلچسپ بھی ہے۔ شروع کر کے ختم کیے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ پڑھ کر شرح صدر ہوتی ہے اور سوز و گداز کے ساتھ نماز پڑھنے کی توفیق ملتی ہے۔ کتاب کے جن جستہ جستہ مقامات کا مطالعہ کیا ہے روح نواز اور بصیرت افروز محسوس ہوئے ہیں۔

(۲) نماز میں سورہ فاتحہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نام کتاب	:	نماز میں سورہ فاتحہ
مؤلف	:	مولانا کرم الدین صاحب۔ مدرس دارالحدیث رحمانیہ کراچی نمبر ۳
صفحات	:	۱۹۵
قیمت	:	دو روپے پچیس پیسے
پتہ	:	دارالحدیث رحمانیہ کراچی نمبر ۳

نماز میں سورہ فاتحہ کا کیا مقام ہے؟ رکن نماز ہے یا واجب، محدثین، امام شافعی اور حضرت پیر جیلانی فرماتے ہیں کہ رکن ہے احناف فرماتے ہیں واجب ہے فرض اور رکن نہیں ہے۔

دوسرا اختلاف اس میں ہے کہ نماز باجماعت میں مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں وہ مقتدی کے لئے بھی ضروری سمجھتے ہیں، جو رکن نہیں سمجھتے، وہ ضروری بھی نہیں کہتے۔ جو لوگ ضروری نہیں سمجھتے، ان میں سے کچھ تو کہتے ہیں کہ مستحسن ہے۔ بعض کے نزدیک صرف مباح ہے اور بعض کا ارشاد ہے کہ مکروہ یا ناجائز ہے۔

مندرجہ بالا کتاب میں اس موضوع پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کی یہ بہت بڑی خوبی ہے کہ اس سلسلہ میں مختلف ائمہ دین، صحابہ، تابعین اور دوسرے اکابر کے اقوال و اعمال کا خاصہ مواد جمع کر دیا گیا ہے۔ جو اردو خواں اصحاب کے لئے خاصہ وجہ طمانیت ہے۔

مسئلہ کو نہایت سلیقہ کے ساتھ منہج کیا گیا ہے۔ جس سے قاری کتاب کو پوری شرح صدر ہو جاتی ہے۔ پہلے آیات قرآنیہ، پھر احادیث نبویہ، ان کے بعد آثار صحابہ و تابعین کو نمبر وار بیان کیا گیا ہے۔

ایک دلچسپ واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت فقیہ مروزی نے خواب میں حضور سے پوچھا کہ حضور! آپ سے یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ: فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، کیا یہ صحیح ہے، آپ نے فرمایا ہاں! چنانچہ امام مروزی نے ساتھ والے امام سے کہا کہ: اب مخالفت نہ کرنا، حضور ﷺ کے آمنے سامنے بات ہو گئی ہے۔ (ص ۶۷)

بہر حال یہ کتاب ہر محقق کے پاس ہونی چاہئے۔ بڑی معلوم افزا اور بصیرت افروز ہے خدا مؤلف کو جزائے خیر دے۔ آمین

(۳) اللہ کے احکام

نام کتاب	:	اللہ کے احکام
مرتب	:	حافظ نذر احمد صاحب پرنسپل شبلی کالج
صفحات	:	۹۶
قیمت	:	دو روپے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پتہ : مسلم اکادمی ۱۸/۲۹ محمد نگر اقبال روڈ لاہور

قرآن ہمارے دین اور دنیا کا ماحذ بھی ہے اور ضامن بھی اس لئے فرمایا:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا (قرآن)

سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن) کو تھام لو۔

جن لوگوں کو اپنی عاقبت عزیز ہے ان کے لئے قرآن کے بغیر چارہ نہیں۔ چونکہ سب لوگ پورے قرآن پر حاوی نہیں ہو سکتے۔ اس لئے مندرجہ بالا کتاب مرتب کی گئی ہے تاکہ سب لوگوں کو قرآن تک رسائی حاصل ہو جائے اور اپنی زندگی کو اس کی راہ نمائی میں دے کر دین و دنیا میں سرفراز ہو جائیں۔

اس میں چالیس اوامر ہیں اور چالیس نواہی، پھر اسلوب بیان عام فہم اور اس قدر جاذب کہ عام لوگ بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔ اور غافل حضرات بھی بیدار ہو جائیں۔

ہائی کلاسز اور کالج کے طلباء کے اسلامیات میں اگر اس کو بطور نصاب شامل کر لیا جائے تو یہ ملک و ملت کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ گورنمنٹ پاکستان کو چاہئے کہ وہ اس کو نصاب اسلامیات میں شامل کرنے کے لئے ضرور ہمدردانہ غور کرے، اب تک اس موضوع پر جتنی کتابیں داخل نصاب ہیں وہ اتنی معیاری اور مفید نہیں ہیں جتنی یہ ہے۔

منتخب آیات نہایت مختصر مگر جامع، ترجمہ رواں، شستہ، تشریح و تفسیر دلپذیر۔ نوجوان طلباء کے مزاج کے مطابق اور حالات کے مناسب۔

(۴) آؤ مدینہ چلیں

نام کتاب : آؤ مدینہ چلیں

مرتب : جناب حافظ نذر احمد صاحب پرنسپل شبلی کالج۔ لاہور

صفحات : ۱۱۲

قیمت : دو روپے

پتہ : مسلم اکادمی ۱۸/۲۹ محمد نگر اقبال روڈ لاہور

یہ کتاب بھی جناب حافظ نذر احمد صاحب کا سفر نامہ ہے اور دس سفر ناموں سے ماخوذ ہے۔

آؤ مدینہ چلیں پڑھ کر واقعی محسوس ہوتا ہے کہ قاری انہی گلیوں، وادیوں، راستوں اور مقامات مقدسہ میں پہنچ گیا ہے جو انبیاء کرام، صلحاء عظام، خلیل اللہ اور حضرت خاتم النبیین کے نقوش پاک کے امین ہیں۔ حافظ صاحب کو خدا نے سلیقہ سے مرتب کرنے کی جو استعداد عطا کی ہے یہ اس کا ایک دلچسپ نمونہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حج کیسے کیا جائے، اور اس سلسلہ میں اس کی ترتیب کیا ہے، کہاں کہاں کیا کرنا پڑتا ہے، کہاں کہاں سے گزرنا ہوتا ہے۔ پہلے کیا آتا ہے، اس کے بعد کیا۔ اس سفر میں کن امور کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے، انتظامی مشکلات کیا پیش آتی ہیں اور ان کا کیا حل ہوتا ہے۔ مقامات مقدسہ کی پوری تفصیل ملتی ہے، حجاز مقدس کے لئے پاکستان سے بحری، بری اور فضائی راستوں اور متعلقہ امور کا پورا خاکہ درج ہے۔

الغرض! جو خوش نصیب حج کو چلے ہیں وہ اس کو اپنے پاس رکھیں گے تو ان کو یہ بہترین رفیق سفر اور حج کار ہنما پائیں گے اور جو کسی مجبوری کی بنا پر نہیں جاسکتے وہ اسے پڑھ کر مکہ مدینہ کی سیر کر سکتے ہیں۔ (عزیز بیدی)

(۵) شرعی ڈاڑھی

نام کتاب	:	شرعی ڈاڑھی
مؤلف	:	حضرت مولانا عبد القادر عارف حصاری
صفحات	:	۹۶
قیمت	:	دو روپے
پتہ	:	(۱) مکتبہ دار الحدیث، راجوال ضلع ساہیوال (۲) مکتبہ سلفیہ۔ شیش محل روڈ لاہور

ڈاڑھی سنت انبیاء، شعار اتقیاء معیار شرافت، دین فطرت اور ملت حنیفیہ کی علامت ہے۔ مگر آہ! جتنی یہ اہم ہے اتنی ہی اس کی تحقیر بھی کی جا رہی ہے۔ ڈاڑھی ملت اسلامیہ کی ایک سادہ مگر پر وقار (موظا مالک) اور مردانہ نشانی ہے۔ جو مختلف ملل و اقوام کے مختلف جرافیائی اور مقامی خصوصیات کے باوجود ایک آسان اور قدرتی تشخص کا ذریعہ ہے۔ لیکن ان لوگوں کو اس سے کیا، جو ملی تشخص کی ضرورت کے بھی قائل ہیں ہیں۔ بہر حال یہ ایک قدرتی یونیفارم ہے۔ اگر مسلم کو اپنی مسلمانی عزیز ہے تو پھر اپنے لئے اس کو بطور ظاہری علامت کے بھی قبول کرنا چاہئے!

اس کے علاوہ مسلم ایک وصف غیر متکلف مد بھی ہے جہاں یہ تصنع اور تکلف پر نہیں مار سکتا۔

اس میں سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ انبیاء اور صلحاء سے ایک گونہ مماثلت بھی ہے، ہو سکتا ہے کہ ویسے کردار و عمل کی توفیق بھی نصیب ہو جائے اور اپنی بگڑی بھی بن جائے۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ:

یہ ’حکم رسول‘ بھی ہے۔ کہتے ہیں ایک انگریز مسلمان ہو گیا اور ڈاڑھی رکھ لی۔ کسی نے ان سے کہا کہ ڈاڑھی کوئی اتنی ضروری تو نہیں، کاروبار مسلمانی تو اس کے بغیر بھی چل سکتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔

میں ضروری اور غیر ضروری کی تقسیم نہیں جانتا۔ میں بس یہ جانتا ہوں کہ پیغمبر نے اس کا حکم دیا ہے۔ جب میں نے پیغمبر کی اطاعت قبول کر لی تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حکم بجالانا میرا فرض ہے۔ کسی ماتحت کا یہ کام نہیں کہ افسر بالا کے احکام میں کسی کو غیر ضروری قرار دے۔ (ترجمان القرآن ستمبر اکتوبر ۲۰۲۳ء)

مولانا حصاری کو اللہ عزائے خیر دے انہوں نے یہ رسالہ لکھ کر دین کی ایک بہت بڑی خدمت کی ہے۔ انہوں نے اس کے مختلف پہلوؤں پر خوب روشنی الی ہے اور اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ جو لوگ اس کو ایک ملکی رواج اور عادت تصور کرتے ہیں یا اس کی کوئی حد اور مقدار نہیں مقرر فرماتے غلطی پر ہیں لہذا واضح دلائل کے ساتھ ان کے معقول اور علمی جوابات دیئے ہیں۔

حضرت حصاری نے صحابہ کو طرز عمل سے استدلال کرنے والوں کو بھی شافی جواب دیئے ہیں کہ وہ خاص مواقع پر موقوف ہے اور اس لئے ان سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ (ادارہ)

(۶) تعریف

نام کتاب	:	تعریف
مؤلف	:	امام ابو بکر بن ابواسحاق البخاری الکلاباذی
مترجم	:	اکثر پیر محمد حسن
صفحات	:	۲۶۴
قیمت	:	۱۵ روپے
پتہ	:	المعارف داتا گنج بخش روڈ لاہور

عربی زبان میں تصوف کے اصول و مبادی پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں، مگر مقبولیت قشیری کے رسالہ اور ابو عبد اللہ عمرو بن عثمان مکی کی ”قوت القلوب“ کے بعد سب سے زیادہ ”تعریف“ کو حاصل ہوئی۔ یہ کتاب چوتھی صدی ہجری کے پہلے ربع میں لکھی گئی تھی۔ یہ وہ دور تھا جس میں غلط کار اور جعلی صوفیوں نے تصوف کو بدنام کر رکھا تھا۔ وہ اپنے غیر شرعی اعمال اور الحاد و زندقہ کو تصوف کی آڑ میں پیش کرتے تھے۔ اور اپنے ظاہری زہد و عبادت سے لوگوں کی گمراہی کا سبب بن رہے تھے۔ اس زمانے میں منصور حلاج قتل ہوا تھا اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ تصوف حلقہ علماء میں خلاف شریعت قرار دیا جائے گا ان حالات میں امام ابو بکر کلاباذی نے ”تعریف“ لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تصوف نہ صرف الحاد و زندقہ سے کوسوں دور ہے بلکہ صوفیاء کے عقائد و نظریات بعینہ وہی ہیں جو اہل سنت کے ہیں۔

”تعریف“ کا عربی متن کئی بار شائع ہوا۔ برصغیر پاک و ہند میں مطبع نوکسٹور سے ۱۹۱۲ء میں مع شرح شائع ہوا۔ غیر مسلم مستشرقین میں سے آربری نے اپنی تصحیح و تفسیر کے ساتھ ۱۹۳۳ء میں اصل متن شائع کیا اور پھر خود ہی انگریزی ترجمہ شائع کیا جو ۱۹۳۵ء میں کیمبرج یونیورسٹی پریس سے شائع ہوا۔ ابھی تک اردو زبان کا دامن اس گوہر بے بہا سے خالی تھا۔ ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب نے اردو ترجمہ کر کے یہ خلا پر کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے آربری کے نسخہ مطبوعہ نوکسٹور کے تقابلی مطالعہ کے بعد اردو ترجمہ کیا ہے اور یہ ترجمہ اس لحاظ سے زیادہ اہم ہے کہ تصحیح متن میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آبری سے جو غلطیاں ہوئی ہیں ان کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

آغازِ کتاب میں آبری کا لکھا ہوا مقدمہ ہے۔ مترجم ڈاکٹر محمد حسن نے آبری کی بعض فروگزاشتوں پر گرفت کی ہے اور حقائق کے نئے گوشے سامنے لائے ہیں۔

ابو بکر کلابازی نے پہلے تیس ابواب میں صوفیا کے عقائد پیش کئے ہیں۔ باب ۳۱ تا ۵۱ میں صوفیا کے مسائل و احوال کا تذکرہ ہے۔ باب ۵۲ تا ۶۳ میں ان کی بعض عبارتوں اور اصطلاحوں کی تشریح ہے اور باب ۶۴ تا ۷۵ میں دوسرے متفرق مسائل پر گفتگو کی ہے۔ تصوف کے موضوع پر یہ کتاب واقعی ایک اہم دستاویز ہے۔ مترجم موصوف اس سے پہلے کئی کتابوں کا ترجمہ کر چکے ہیں اور اس میدان میں خداداد صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ ترجمہ شگفتہ اور رواں ہے۔ کتاب کے آخر میں اشاریہ منسلک ہے۔ جس سے کتاب کی اہمیت میں خاصا اضافہ ہوا ہے۔ (ابوشاہد)

نام کتاب : طبِ نبوی

مؤلف : حافظ نذر احمد

صفحات : ۲۴۰

قیمت : ۵۰/- ۳۰/- ۲۰/-

ملنے کا پتہ : مسلم اکادمی نذر منزل ۱۸/۲۹ محمد نگر لاہور

رسول مقبول ﷺ کی حیات مقدسہ نوع انسانی کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ انہوں نے جو کچھ فرمایا اور جو کچھ عملاً کر کے دکھایا دنیا نے آخر کار اسی کو معیار ٹھہرایا۔ آج جبکہ زندگی سے متعلق مختلف پہلوؤں کو الگ الگ نام دے کر تحقیق و انکشافات کے پرچم لہرائے جا رہے ہیں۔ ماہرین حضور سرور کونین ﷺ کے ارشادات و فرمودات کو حرفِ آخر تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ سیاست، معاشرت، ہیئت اور طب و صحت غرض ہر علم پر انتہا حضور ﷺ کے ارشادات کی تصدیق کرتی ہے۔

طبِ نبوی میں رسول مقبول ﷺ کے ان ارشادات و معمولات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ جو صحت و حفظان سے متعلق ہیں اور اس ایمان و ایقان کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ اس کو اپنانے سے نہ صرف جسمانی بلکہ نفسیاتی، روحانی امراض بھی دور ہو جاتے ہیں۔ طبِ نبوی کے ابواب پر نظر ڈالنے سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

صحت و حفظان صحت، بیمار اور بیماری کا فلسفہ، علاج و معالجہ اور پرہیز، معالجاتِ نبوی، کھانا اور کھانے کے آداب، پانی پینے کے آداب، آنحضرت ﷺ کی غذا، نشست و برخاست کے اصول، عیادت۔ ہر باب میں قرآن کریم اور احادیث، رسول ﷺ کی روشنی میں بڑی تفصیل سے متعلقہ معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔ طبِ نبوی کوئی طب کی کتاب نہیں اور نہ ہی رسول مقبول ﷺ کے منصب کے پیش نظر ایسی جسارت کی جاسکتی ہے بلکہ یہ کتاب حضور ﷺ کی سیرت کے ایک خاص پہلو سے متعلق ہے اور اسی حیثیت سے اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ حافظ نذر احمد صاحب نے بڑی محنت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے۔

(خواجہ عبدالمنان راز)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ